
نعتیہ شعری مجموعہ
کوثر
رئیس الشاکری

کوثر

رئیس الشاکری

نام کتاب	:	کوثر (KAUSAR)
نام مصنف	:	رئیس الشاکری
پتہ	:	قصیانہ، ردولی، بارہ بنکی، یوپی
ناشر	:	محمد فیضان نگرامی ندوی
باہتمام	:	مولانا محمد اویس نگرامی ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل سوسائٹی
کمپوزنگ	:	محمد جنید قریشی ندوی، کرامت کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ، لکھنؤ
مطبوعہ	:	
سن اشاعت	:	پہلا ایڈیشن ۲۰۰۹ء
صفحات	:	
قیمت	:	روپئے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، یوپی

☆ دانش محل، امین آباد لکھنؤ

☆ صدیق بک ڈپو، امین آباد، لکھنؤ

سوانحی اشارئے

نام	:	رئیس احمد
قلمی نام	:	رئیس الشاکری
ولدیت	:	مرحوم مولوی منظور احمد
سن ولادت	:	۱۹۴۳ء
آبائی وطن	:	برہواں، علی آباد، بارہ بنکی
سکونت	:	قضیانہ، ردولی، فیض آباد
ابتدائی تعلیم	:	مدرسہ وخانقاہ ابواحمدیہ، علی آباد بارہ بنکی
تعلیم وتربیت	:	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مبلغ علم	:	عالمیت ندوہ ، فضیلت ندوہ
		ادیب ، ادیب ماہر
شاعرانہ تلمذ	:	مرحوم مولانا شاکر ناطقی کانپوری
		مرحوم مولانا ماہر القادری کراچی
علمی کاوشیں	:	خیر الامم کی بارگاہ میں (نعتیہ مجموعہ)
		محمد جب آئے (نعتیہ تضمین)
		حرا (نعتیہ مجموعہ)
		پایاب (غزلیات)
		القاء (رباعیات)

☆ انتساب ☆

اپنے مربی

اور

عالم اسلام کی معروف شخصیت

ڈاکٹر مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

کے نام

جن کے فیض نے

میرے قلم کی رفتار کو ایک سمت دی۔

رئیس الشاکری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

عشق کی سچائیاں خودفراموشی کوراہ دیتی ہیں۔

اور ......خودفراموشی میں ہوش وخرد کے تقاضے؟

دیوانے کا خواب ہی تو ہے!

پھر ”یاکلیم“ کی بجائے ”یاکلیل“ کا وظیفہ تنقید کے تیروں کی زد میں کیوں؟

لیکن ــــ ٹھہریئے!

”باخدا دیوانہ باش وبامحمدؐ ہوشیار“ ایک قانون ہے۔

محبت کی شریعت کا قانون ......اور ......یہی قانون الوہیت اور رسالت کے درمیان روشن ترین خط فاصل ہے۔

بے شک خدا کے عشق میں دیوانگی درست
لیکن نبیؐ کے عشق میں دیوانگی غلط

مصر کے بازار کا مشہور واقعہ!

نبیؐ کے عشق کی دیوانگی میں ہوشیاری کا بیّن ثبوت......

یاد آگیا ہوگا...... مصر کا بازار۔ یوسفؑ کی خریداری، عزیز مصر کی طرح ایک بڑھیا کا یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہونا، تمسخر سے بھرپور نگاہیں، بادشاہیوں کی موجودگی میں سوت کی انٹیوں کا حوصلہ......اور......رشک کے قابل جواب،

''میاں! یوسفؑ کے خریداروں میں نام تو آ گیا......''

اور...... کچھ ایسے ہی جذبات کا آئینہ دار ہے۔

''کوثر''

میرا اچھوٹا شعری مجموعہ...... جو...... مدینے والے آقاؐ کی (امکان بھر) ثناء وصفت سے عبارت ہے، حالانکہ اچھی طرح جانتا ہوں ؎

لفظوں کا ذخیرہ ختم ہوا، تخیّل کے دریا سوکھ گئے
توصیف نبیؐ میں سارا ہنر ناکافی تھا، ناکافی ہے

''کوثر'' میں کیا ہے، کیا نہیں ہے؟

''کوثر'' جانے اور جانے ''کوثر'' کا قاری......

درمیان سے ہٹا جاتا ہوں...... ہمیشہ کی طرح......

''کوثر'' کی طباعت اور اشاعت......

ایک مسئلہ......

اور

عقدہ کشائیاں! اس مسئلے سے بھی بڑا مسئلہ۔

''تاج محل'' کی تعمیر کے خواب!

جیب میں کوڑی نہیں......اور......تخت و تاج کی خریداری؟

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

سعادتوں کی خواہش......

خوبصورت تقاضے......

ضرورت کا احساس......

مجبوریاں آڑے......

عرصۂ حیات کے گوشے گوشے پر بے چین رکھنے والی کشاکش کا قبضہ، ہمت ٹوٹی جا رہی تھی کہ اچانک...... کسی نے آواز دی۔

کافر ہو تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

چونک اٹھا۔ ارادے کو مہمیز ہوئی۔

نگرامؔ کے فیضانؔ نے راہ دی،

خلوص کے آسمان پر ''کمالؔ کا ستارہ'' چمکا۔

''اندھیارے'' آنکھیں چرانے لگے۔

باتوں باتوں میں امید کی کرن جاگی، دلوں کو چھو لینے والے

حوصلوں نے ساتھ دیا ارادوں نے عمل کی جانب پاؤں بڑھائے،
منزل کے جذب نے رفتار دی اور پلک جھپکتے دشوار گذاریوں کا
''ہمالہ'' ریزہ ریزہ ہو گیا۔
غیب سے سامان ہوئے۔ مشکلیں آسان سے بھی آسان ہو گئیں۔
بھلا ہو احباب کے تقاضوں کا جنھیں برادرم مولانا **کمال اختر** ندوی
اور عزیز از جان **فیضان** نگرامی کی تائید نے زندگی دی۔
''مولانا محمد اویس نگرامی ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل سوسائٹی'' کی دستگیریاں
مالک لوح و قلم کی نوازش......
سراپا سپاس ہوں......اور......''نتیجہ'' ''**کوثر**'' کے نام سے آپ
کے ہاتھوں میں......شکر ہزار ہزار شکر۔

''**کوثر**'' کی اشاعت اور طباعت میں
بزرگوں کی بے پناہ شفقتیں
ساتھیوں کا مخلصانہ تعاون
اور اپنے چھوٹوں کی محبتوں سے بھرپور لگاوٹیں......!
مالک لوح و قلم سب کے لئے اُن کے شایان شان بہترین اجر تحریر
فرمائے کہ اس دعا کے علاوہ مجھ رئیسؔ نامے فقیر کے پلّے اور ہے
کیا۔ جو نذر کروں۔

رئیسؔ الشاکری

ادب اور علم کے درمیان کیا رشتہ ہے، اس کو طے کرنا بعض وقت مشکل ہو جاتا ہے، ادب کی تعریف میں ادب کے ناقدین اپنے اپنے خیال کی ترجمانی کرتے ہیں اور متعین تعریف میں دشواری محسوس کرتے ہیں، یہی حال شعر کا ہے، شعر کہا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے اور اس کی قدر کی جاتی ہے، دل کہتا ہے کہ یہ شعر ہے، عقل بھی مان لیتی ہے اور عقل علی العموم دل کا ساتھ دیتی ہے اور اس پر اپنا حکم نہیں چلا پاتی۔

اس طرح شعر و ادب کی تعریف متعین ہونے سے رہ جاتی ہے، لیکن دل کا معاملہ یہ ہے کہ اس کے خیال کو علمی سانچے میں

ڈھالا جائے یا نہ ڈھالا جائے ،اس کو اس سے مطلب نہیں ، وہ اپنا دل چاہا کام انجام دیتا ہے اور اپنے مخاطب کے دل کو خطاب کرتا ہے اور اپنے دل کا حال دل کو سنا دیتا ہے، ادب وشعر اس کا ذریعہ بنتا ہے، اس طرح ادیب اور شاعر کو اپنے معاشرے میں پسندیدہ مقام مل جاتا ہے۔

ادب وشعر کی اپنی اثر پذیری یا دلنوازی یا اور کوئی دوسری تعبیر استعمال کر لیجئے اس کے ذریعہ اپنی الگ دنیا بناتا ہے اور اس دنیا میں باغ و بہار سے بھی سابقہ پڑتا ہے اور خزاں اور بربادی کی بھی منظر کشی ملتی ہے اور دیکھنے والے کے احساسات کو کچھ پیغام ملتا ہے اور پیش کرنے والے کی مسرت یا کسک کی ترجمانی ہو جاتی ہے۔

اس انسان کو اللہ کے رسول ﷺ کے عہد سے اللہ رب العزت کی طرف سے ان کی دلنواز شخصیت کا ایسا عطیۂ عظیم ملا جس کی قدر جتنی بھی کی جائے وہ کم ہے، ان کی شخصیت میں دلنوازی اور دلداری دونوں کی صفت فراوانی کے ساتھ ہے، اس سے جس کو بھی واقفیت ہوتی ہے، اپنا دل حوالہ کر دیتا ہے، یا اپنے دل کی گہرائی میں اتار لیتا ہے اور اگر شاعری کا ہنر رکھتا ہے تو اس محبوب شخصیت کے گیت گانے لگتا ہے، اس کے کلام کو مدح یا نعت کہیے محبت رسول ؐ کہیے یا شکر نعمت کہیے، سب بجا ہے، نعت کہنے والا دل

کے اندر چھپے ہوئے احساس وخیال کوالفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور خود اپنی طبیعت میں انشراح کی کیفیت محسوس کرتا ہے اور دوسرے کی طبیعت کو احساس محبت کا تحفہ عطا کرتا ہے اور روح کو تازہ کرتا ہے، نعت رسول پڑھی جارہی ہو تو اس پر جگر مرادآبادی کا یہ شعر بخوبی صادق آتا ہے :

نغمہ وہی ہے نغمہ کہ جس کو
روح سنے اور روح سنائے

عہد رسالت سے تا عہد جدید بہ کثرت شاعروں نے نعت گوئی کی ہے، جس کا بطور خاص آغاز شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہوا، کہ خود رسول ﷺ نے ان کے اشعار کو پسند کیا اور مسجد رسول ﷺ میں ان کو منبر پر بیٹھنے کا شرف ملا، ان کا یہ شعر ان کی نعت گوئی کی بہترین عکاسی کرتا ہے:

وأحسن منک لم تر قط عینی
وأجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءاً من کل عیب
کأنک قد خلقت کما تشاء

(آپ سے اچھا میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے کوئی بچہ جنا، آپ ہر عیب سے

محفوظ بنا کر پیدا کئے گئے جیسے کہ آپ کو ویسا ہی بنایا گیا جیسا آپ خود چاہتے ہوں)

اور یہ شعر:

فإن أبي ووالده وعرضي

لعرض محمد منکم وقاء

(بیشک میرے باپ اور دادا اور خود میری عزت وآبرو محمد رسول ﷺ کے لئے ذریعہ حفاظت ہے)

اور کعب بن زہیر نے ایسی نعت گوئی کی کہ ان کو چادر رسول ﷺ کا تحفہ ملا اور مزید یہ کہ نعت گوئی کا جو رنگ انہوں نے اختیار کیا، اس کی نقل ان کے بعد بار بار کی گئی اور اس کو قصیدۂ بردہ (یعنی چادر والا قصیدہ) کا نام دیا گیا۔

پھر نعت گوئی کا سلسلہ برابر قائم رہا اور قائم ہے، اہل ایمان اس میں اپنے حب نبوی کا عکس پیش کرتے رہتے ہیں۔

مسلمان شاعر جس زبان کا بھی ہو، اسکے کلام میں نعت نبوی کا حصہ ضرور ہوتا ہے، کسی کے یہاں مفصل اور زیادہ، کسی کے یہاں مختصر اور قدرے کم، ہمارے پیش نظر شعری مجموعہ کے شاعر رئیس الشاکری ندوی کو اس سلسلہ میں خصوصی ذوق وبلاغت کا حصہ وافر ملا ہے، یہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، ان کے کلام شعری کو پڑھیئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی شاعری میں

اپنے دل کی تڑپ کو دلنوازی کے ساتھ پیش کر رہے ہیں، دل بھی انہوں نے بڑا احساس اور خیال آفریں پایا ہے، نعت نبوی سے ان کو اچھا شغف ہے، اس میں رحمۃ للعالمینؐ کا ان کا احساس، فدائیت کا جذبہ اور تخیل کی رعنائی منعکس نظر آتی ہے، اپنے اس مجموعہ نعت میں جسکا نام انہوں نے ''کوثر'' تجویز کیا ہے شائد اس لئے کہ انہوں نے اس میں کوثر کی مہک کو شامل کرنا چاہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور پڑھنے والے اس سے ان کے کلام کی دلنوازی محسوس کریں۔

جمعہ ۱۷/ جمادی الاولی/ ۱۴۲۹ھ

۲۳/ مئی/ ۲۰۰۸ء

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اردو زبان وادب میں نعتیہ شاعری کا فن زمانی اعتبار سے بہت بعد میں ظہور پذیر ہوا، اس لئے کہ فارسی زبان میں نعت گوئی کی صنف کا زمانہ بہت مقدم ہے، نعت گوئی کی صنف عربی نعتیہ شاعری کے نتیجے میں فارسی شاعری کی دنیا میں مقبول ہوئی......اور پھر اردو شعراء نے اسے مرکز توجہ بنایا۔ مدحیہ شاعری میں جن عربی شعراء کو سبقت حاصل ہے ان میں سیدنا حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ اور اخیر میں کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم کا نام لیا جاسکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ نعتیہ شاعری کا وجود انھیں کا مرہون منت ہے اور ان کی مابعد الاسلام کی شاعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی منقبت اور فضائل وصفات عالیہ کی ترجمانی کے لئے شہرت رکھتی ہے، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ طائف کے موقع پر دشمنوں کو مخاطب کر کے کہا تھا......

نطیع نبیّنا و نطیع ربّاً　　　هو الرحمن کان بنا رؤوفاً

رشید الامر ذو حکم و علم　　　و حلم لم یکن نزقاً خفیفاً

''ہم اپنے نبی کے فرمانبردار ہیں اور ربّ رحمٰن کی اطاعت کرتے ہیں جو ہمارے لئے بہت مہربان ہے وہ ہدایت یافتہ علم وحلم سے متصف صحیح فیصلہ کرنے والے تھے اور جلد طیش میں آنے والے نہیں تھے۔''

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ مشہور شعر......

فانّ ابی و والدهٗ و عرضی　　　لعرض محمد منکم وقاء

میرے آباء واجداد اور میری عزت وآبرو سب کچھ محمد ﷺ کی عزت کو بچانے کے لئے وقف ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی نعتیہ شاعری میں یہ دو شعر مشہور ہیں۔

لو لم تکن فیه آیات مبیّنة　　　کانت بدیهته تنبیک بالخبر

فثبّت الله ما اتاک من حسن　　　قنوت عیسی باذن الله و القدر

اگر آپ کی ذات اقدس میں نمایاں علامات نبوت نہ ہوتیں تب بھی آپ کی پہلی زیارت خوابیدہ حقیقت عدل پر شاہد عدل ہوتی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن وجمال کو لازوال بنایا ہے، آپ اللہ

کے حکم وفیصلہ کے مطابق حضرت عیسیٰ کی فرمودہ نشانیوں کے مصداق ہیں۔

کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قصیدہ ٔ بردہ میں حضور ﷺ کی منقبت بیان کرتے ہوئے یہ کہا۔

ان الرسول لنور لیستضاء بہ — مھند من سیوف اللہ مسلول

''رسول اللہ ﷺ کی مثال ایک نور کی ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اسی طرح وہ اللہ کی تلوار ہیں جو نیام سے اور ''ماہر صنعت ہند'' کی تلواروں کی مثال ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ نعتیہ شاعری دراصل جزءِ ایمان ہے اور جذبۂ محبت کی پاکیزگی کا نشان ہے یہ دولت ہر شاعر کے حصے میں نہیں آتی، رسول پاک ﷺ کی مبارک ہستی سے عشق کے چشمے اسی وقت اُبلتے ہیں جب دل کی گہرائیوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیوست ہو جاتی ہے اور اس کی وسعتوں کے سامنے عشق ومحبت کی تمام مشکلیں بے قیمت بن کر رہ جاتی ہیں، لیکن اس کے اثرات اس قدر پختہ اور اس کے نقوش اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ زندگی کی تمام سرگرمیاں اسی کی رہینِ منت ہو جاتی ہیں اور جادہ محبت کے حسین حصار سے کسی حال میں نکلنا نہ صرف یہ کہ ناممکن ہو جاتا ہے بلکہ اس میں مزید طاقت اور پختگی فکر ونظر کا ظہور ہوتا ہے اور پورا عالم محبت کی لذت وچاشنی کے لطف سے بہرہ اندوز

ہو کر منارۂ عشق و محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اردو کے اساطین شعرائے عصر کا شمار مکتب شاعری کے معتبر اساتذہ میں ہوتا ہے، وہ دیگر اصناف سخن میں اپنی امتیازی حیثیت کے ساتھ فن نعت گوئی میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے ہیں، مرزا غالبؔ ہوں یا مومنؔ، امیر مینائی ہوں یا داغؔ دہلوی، شبلیؔ ہوں یا حالیؔ اور بعد کے شعراء میں اقبال، جگرؔ، فانیؔ، حفیظؔ، ماہر القادری، اقبالؔ سہیلؔ اور اخترؔ شیرانی مثال کے طور پر نعت گوئی میں ایک قابل ذکر حیثیت کے مالک تھے، انھیں کے نقش قدم پر چلنے والے معاصرین شعراء میں کئی ایسے نمونے ملتے ہیں جن کو نعت گوئی کی صنف سے گہرا لگاؤ تھا اور وہ دیگر اصناف سخن میں نعت کہنا اپنے لئے باعث سعادت تصور کرتے تھے اور نعت و حمد میں اپنا کلام کچھ اس انداز سے پیش کرتے تھے کہ دونوں صنفوں میں توازن برقرار رہے اور نعت گوئی میں ہر طرح کی بے اعتدالی سے محفوظ رہیں۔ مشاہدے میں اکثر یہ بات آتی ہے کہ باری تعالیٰ کی حمد بیان کرتے وقت جذبات محبت کی عکاسی میں صفات ربانیہ کی روشنی کا ظہور شان جلالت کے مطابق نہیں ہو پاتا اور حمد پاک کی ندرت کو ٹھیس لگتی ہے اور ایک مومن بندے سے خالق کائنات کے ساتھ جس ایمانی تعلق اور اخلاص کی امید کی جاتی ہے وہ رسمیات کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے، اس کے برعکس جب وہی شاعر

اپنی تمام شاعرانہ صلاحیتوں کے ساتھ نعت کے میدان میں اترتا ہے تو اس کا اشہب شوق اپنی بلند پروازی کے جوہر دکھانے میں اکثر حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی ذات گرامی کو صفات ربانیہ کا لباس پہنا دیتا ہے، خلاقیت اور صناعیت کی اعلیٰ صفات کو رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر بلا تکلف منطبق کر دیتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے وہ اس حقیقت کو فراموش کر جاتا ہے کہ رسول پاک علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، خود حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم ، فانما انا عبدہٗ ورسولہ، فقولوا عبداللہ ورسولہ (بخاری: کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ۔ واذکر فی الکتاب مریم ...... حدیث ۳۴۴۵)۔ میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھو جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی تعریف وتوصیف میں حد سے آگے بڑھ گئے میں اس کا بندہ اور رسول ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو اور فرمایا میں عرب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے گوشت پر گذارا کیا کرتی تھی اور فرمایا میں کھانا اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھانا کھاتا ہے۔

نعت گوئی کی صنف بہت زیادہ نازک ہونے کے ساتھ سنجیدگی کی طالب ہے ایک ایک لفظ کو استعمال کرنے سے پہلے

اسے تولنا اور ہر لفظ کے ہر حرف پر غور کرنا ایک سچے نعت گو شاعر کی ذمہ داری ہے،

اس وقت ہم جس نعت گو شاعر کا تعارف کرانا چاہتے ہیں وہ نعت گوئی کی تمام ذمہ داریوں سے بخوبی واقف ہے، وہ دیگر اصناف سخن میں کمال رکھتے ہوئے نعتیہ شاعری کی اور اس کے تقاضوں سے پوری طرح آشنا ہے اس کی اس شاعری میں افراط وتفریط کی اور بے اعتدالی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا، وہ اپنے عقیدے میں پختہ، اپنی فکر میں سنجیدہ اور اپنے خیالات میں پاکیزہ ہے، اس کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری عالم اسلام کے ایک عظیم ادارہ نے سنبھالی تھی جس کو "دار العلوم ندوۃ العلماء" کے نام سے یاد کرتے ہیں اس مادر علمی کی تربیت کے نتیجہ میں کتنے علماء، ادیب اور شعراء پیدا ہوئے اور انھوں نے نہ صرف یہ کہ علم وادب کی دنیا میں اپنا وجود تسلیم کرایا بلکہ وسعت ثقافت کے ساتھ انھوں نے علم وعمل اور قول وفعل کے حسین امتزاج پیش کرنے کی عزت حاصل کی۔

یہ ہیں جناب رئیسؔ الشاکری ندوی اقلیم سخن کے رمز شناس، پیش کر رہے ہیں اپنا نعتیہ مجموعہ جس کا نہایت خوبصورت نام رکھا ہے "کوثر" یعنی کوثر وتسنیم سے دھلا ہوا یہ نعتیہ شعری مجموعہ، اس کا تعارف کراتے ہوئے شاعر نے مجموعے کے اندرونی صفحے پر یہ شعر لکھا ہے ؎

اگر کوثر کی خواہش ہے تو ساقی سے جڑے رہنا
کہ ساری قدر کھو دیتے ہیں ساغر بے سُبو ہو کر

انھوں نے حمد و نعت ، الوہیت اور رسالت کے درمیان حد فاصل کی ایک لکیر کھینچتے ہوئے کیا خوب کہا ہے ۔

بے شک خدا کے عشق میں دیوانگی درست
لیکن نبیؐ کے عشق میں دیوانگی غلط

''کوثر'' شاعر کا چھٹا شعری مجموعہ ہے وہ کہتے ہیں:

''یہ مجموعۂ شعری مدینے والے آقاؐ کی امکان بھر ثناء صفت سے عبارت ہے حالانکہ اچھی طرح جانتا ہوں ۔

لفظوں کا ذخیرہ ختم ہوا، تخیّل کے دریا سوکھ گئے
توصیف نبیؐ میں سارا ہُنر نا کافی تھا نا کافی ہے''

اس مجموعے کی ابتدا حمد یہ اشعار سے کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ اس بزم حمد میں شریک ہو کر کام و دہن کو شیرینی اور قلب و ذہن کو روشنی عطا کرنا باعث سعادت ہے ۔

سب کے کام ہیں کام ترا — یعنی کرم ہے عام ترا
گھور اندھیرے شوخ سہی — روشن روشن نام ترا
سورج ہے پہچان تری — ہر ذرّہ پیغام ترا
چاہے ازل ہو چاہے ابد — آخر اول نام ترا

اور نعت نبی میں ملاحظہ کیجئے چند شعر ۔

ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں جب نام نبیؐ عنوان کیا
دست کرم اعجاز پہ آئے بخشش کا سامان کیا
غارحرا کی پاک صدا نے سب دروازے کھول دیے
دوزخ دوزخ اس دنیا میں جنت کو آسان کیا
دھوپ قیامت کی ہے لیکن سائے سائے رہنا ہے
کالے کالے گیسوؤں والے آقاؐ نے اعلان کیا

اور بحر قصیر کے اس نعتیہ قصیدے کو دل کی پنہائیوں میں جگہ دیجئے اس کے اشعار کا بانکپن، بے ساختگی اور ''دل را بدل رہیست دریں گنبد سپہر'' کے قانون کا عملی نمونہ مشاہدہ کیجئے اور اس کے تاروں کو اک ذرا چھیڑنے کی اجازت دیجئے اور تشبیہ واستعارہ کے ہجوم میں پاکیزہ خیالی کا نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

نعت گوئی نے بنایا شہر یاروں کی طرح
لفظ ہیں نوک زباں خدمت گذاروں کی طرح
اُن کے پائے ناز کے سچے نشانوں کا مزاج
عرش اعظم کے مقدس استعاروں کی طرح
موسموں کی شوخیاں کچھ بھی نہیں ان کے بغیر
وہ نہ ہوں تو پھول بھی چبھتے ہیں خاروں کی طرح
سرورؐ امی لقب کی پاک سیرت کے ورق
روشنی رکھتے ہیں روشن چاند تاروں کی طرح

رات کے پچھلے پہر نعت نبی میں اے رئیسؔ
فکر کی سرگوشیاں شب زندہ داروں کی طرح

اور مدینے کی روح پرور فضاؤں، عطر بیز ہواؤں اور اس کی بے پناہ دلکشی اور جنت قلب ونگاہ کا نقشہ کس خوبی کے ساتھ کھینچنے کی توفیق ہوئی ہے ۔

چراغ بزم عالم ہے مدینہ — اجالوں سے بھرے جاتے ہیں دامن
زمیں کا عرش اعظم ہے مدینہ — فرشتے بھی ادب کے ساتھ آئیں
نہ شعلہ ہے نہ شبنم ہے مدینہ — بس آئینے میں خود کو دیکھتے ہیں

مدینے کی سکونت چاہتا ہوں
کہ رحمت سے مجسم ہے مدینہ

سید الانبیاء ﷺ سے اپنے غلامانہ تعلق کا اظہار کرتے ہوئے عقیدت کے پھول اس طرح سجائے ہیں ۔

زمیں کے عرش عُلا کو دیکھا کہ خود شہ انبیاء کو دیکھا
روایتوں تک جو فکر پہونچی، خوشی سے بانسوں اُچھل گیا میں
میں نام لیتا ہوں جب نبی کا چراغ جلتا نہیں کسی کا
بس ایک ذرّہ ہوں اُس گلی کا ہزار سورج نگل گیا میں
ازل سے قسمت کا میں دھنی تھا اسی بھروسے پہ دل غنی تھا
وہ چشم رحمت ہی کام آئی جو لے کے فرد عمل گیا میں

اور فیض مصطفےٰ ﷺ کے ذکر سے معمور سلسلہ نعت کی چند کڑیاں

پیش کرتا ہوں جو کشت زار سخن کو معطر کرنے اور اس کو نور کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایک رہ نما اصول عطا کرتی ہیں ۔

باغ عالم میں بہاراں مصطفیٰ کا فیض ہے
یہ جہان رنگ و بوصلِ علیٰ کا فیض ہے
حضرت موسیٰ کی خواہش، ابن مریم کی نوید
دونوں عالم میں براہیمی دعا کا فیض ہے
کہکشاں کی آبرو خیرات پائے ناز کی
مسکراہٹ چاند کی شمع حرا کا فیض ہے

اور آخیر میں نعتیہ شاعری کے یہ چند شعر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔

نعت لکھئے مالک لوح و قلم کے نام سے
حمد چھلکے بادۂ حبّ نبی کے جام سے
نور پاشی کے لئے جاگا حرا کا آفتاب
صبح صادق کی تمنا جب بھی الجھی شام سے
دامن شاہ اممؐ ہاتھوں سے چھوٹا جائے ہے
بے خبر رہتے نہیں آغاز کے انجام سے
ہم غلامان نبی سے چھیڑ کچھ اچھی نہیں
کوئی جاؤ جا کے کہہ دو گردش ایام سے

وہ دن دور نہیں جب تحفہ کوثر لے کر حوض کوثر کی زیارت کی تمنا

پوری ہوگی اور جام کوثر کے ہر گھونٹ سے نئی زندگی اور حیات جاوداں کی سرفرازی نصیب ہوگی،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعتیہ مجموعے کو لباس قبولیت عطا فرمائیں اور دین ودنیا کی سعادت کا ذریعہ بنائیں۔

وصل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

(ڈاکٹر مولانا) سعید الاعظمی
مدیر مجلّہ ''البعث الاسلامی''
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (یوپی)

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
۱۱ مئی ۲۰۰۷ء

نعت گوئی، حب رسول اور شوق زیارتِ مدینہ کے احساسات کی ترجمانی کا مؤثر ذریعہ ہے، یہ صنف عہد رسول ہی سے شروع ہوگئی تھی، اور حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے قصائد جن کو "شاعر رسول" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا "قصیدہ بردہ" جو ان کی نجات اور حیات کا ذریعہ بنا اور عربی ادب میں اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، اپنی ادبی افادیت اور مقبولیت کی وجہ سے ہمیشہ عربی زبان وادب کے نصاب میں شامل رہے، ان کے علاوہ عہد نبوی میں خلفاء راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے بھی حضور اقدس ﷺ کے اوصافِ پُرعظمت اور انسانیت پر آپ ﷺ کے احسانات اور آپ کے اخلاق کریمانہ اور جمال ظاہری کو موزوں الفاظ میں بیان کیا ہے، بعض

نے آپ ﷺ سے اپنی وابستگی اور وارفتگی شوق کو پر درد اور پر سوز لہجہ میں نظم کیا ہے، اور وصال کے بعد درد فراق کا ذکر کیا، اس میں حضرت حسان بن ثابت انصاری کا ایک بہت مؤثر قصیدہ ہے۔ وہ قصیدہ دالیہ میں کہتے ہیں:

بطيبة رسم للرسول ومعهد
منير وقد تعفو الرسوم وتهمد
ولا تنمحي الآيات من دار حرمة
بها منبر الهادي الذي كان يصعد

(طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے نشانات ہیں اور آپ کا بصیرت افروز مرکز ہے، دنیا کے نشانات مٹتے رہتے ہیں اور پرانے ہوتے رہتے ہیں لیکن حرم پاک کی نشانیاں نہیں مٹ سکتیں، جہاں ہادیٔ رسول ﷺ کا منبر ہے، جس پر آپ ﷺ چڑھا کرتے تھے)۔

ساتویں صدی ہجری میں علامہ بوصیری محمد بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۸-۶۹۷ھ) کے "قصیدہ بردہ" نے اس صنف میں بڑی مقبولیت حاصل کی، جو ان کے سنگین اور بظاہر لاعلاج مرض سے شفا کا ذریعہ بنا، اس کے علاوہ ان کی متعدد نعتیں ہیں، خاص طور سے ان کا "قصیدہ ہمزیہ" بہت مقبول عام قصیدہ ہے، صاحب "فوات الوفیات" نے ان کا ایک اور قصیدہ نقل کیا ہے،

جس میں علامہ بصیری نے بارگاہِ رب العالمین میں شکویٰ پیش کیا ہے، لیکن ان کی شہرت اور مقبولیت کا سبب قصیدہ بردہ ہے، اس قصیدہ کے عرب شارحین کی تعداد ۱۹ ہے، اس کے علاوہ دارالکتب المصریہ میں متعدد شرحیں ہیں، جن کے مصنفین کے نام درج نہیں۔

موجودہ دور میں مصر کے مشہور شاعر احمد شوقی نے جن کو ''امیر الشعراء'' قرار دیا گیا ہے قصیدہ بردہ کی تقلید میں ''نہج البردہ'' کہا جو مقبول عام وخاص ہے اور اس کی وجہ سے شوقی کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

فارسی اور اردو شعراء اس صنف میں عرب شعراء سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی فارسی کو عربی پر سبقت حاصل رہی ہے اور پھر اردو شاعری کو، حضرت مولانا لکھتے ہیں:

''جو اہل نظر اسلام کے عالمی ادب سے باخبر ہیں اور جنہوں نے مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کی زبان اور ادبیات کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے اشعار سے لطف اندوز ہوئے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فارسی زبان نعت گوئی اور مدح رسول ﷺ میں سب سے خوش نصیب اور سرمایہ دار ہے، اس کے بعد اردو زبان کا نمبر آتا ہے جو خود فارسی ادب کی خوشہ چیں بلکہ ایک لحاظ سے

اس کی پیداوار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر جتنا طاقتور، زندہ، مؤثر، نرم و شیریں اور پرسوز کلام ان دونوں زبانوں میں ملتا ہے اتنا کسی اور زبان میں نہیں ملتا ہے، اس میں جذبات کی جو فراوانی اور گرمی و بے چینی نظر آتی ہے وہ دوسری ادبیات میں نظر نہیں آتی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ عجمی نژاد شعراء نے ایسے مضامین اور خیالات پیش کیے اور ایسی نئی نئی تعبیریں ایجاد کیں جن میں ان کا پیشرو کوئی نہ تھا"۔ (کاروان مدینہ، ص ۱۵۹-۱۶۰، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

ہندوستان کے شعراء کی نعت گوئی سے تعلق پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی فرماتے ہیں:

"نعت گوئی، عشق رسول، اور شوق مدینہ ہندوستانی شعراء کا محبوب موضوع رہا ہے، فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں، عشق رسول اور سرزمین حجاز سے گہری وابستگی اور شیفتگی ہندوستانی اسلامی ملت کے مزاج وعناصر ترکیبی میں شامل ہوگئی، اس کی بدولت اس نے ۸ سو برس تک اپنے جوہر کی حفاظت کی اور اسی کی وجہ سے قوم پرستی یا وطن پرستی کی غالی تحریکیں، یا لادینیت کا سیلاب کبھی اس کو خس وخاشاک کی طرح بہا نہیں سکا، نبی عربی ﷺ اور حجاز مقدس سے اس نے اپنے تعلق وارادت کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ قوم پرستی

کے پر جوش علم برداروں نے بعض اوقات اس کو اس کا طعنہ دیا ہے
کہ اس ملت کا جسم سرزمین ہند میں رہتا ہے اور اس کا دل و روح
سرزمین حجاز میں اور یہ یہاں پیدا ہونے اور یہیں مرنے کے
باوجود ہمیشہ مدینہ کی گلیوں ہی کا خواب دیکھتی رہتی ہے اور زبانِ
قال یا زبانِ حال سے ہمیشہ یہی صدا بلند کرتی رہتی ہے:

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

(کاروان مدینہ، ص:۱۷۶، از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

نبی اکرم رسول مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ سے امت اسلامیہ کا یہ
گہرا ربط و تعلق اور قلبی و روحانی وابستگی ہر دور میں قائم رہی ہے،
آپ ﷺ کے بتائے ہوئے نظام حیات، ضابطۂ زندگی اور آپ
کی دعوت و پیغام کو مسلمانوں نے مضبوطی سے اپنے سینوں سے
لگائے رکھا، اگرچہ آپ ﷺ کے اخلاق واطوار کو مکمل طور پر
اختیار نہ کر سکے، لیکن اتباع سنت نبوی، عشق رسول اور ذاتِ رسول
سے گہری وابستگی و وارفتگی ہر دور میں قائم ودائم رہی، مسلمان
حسب استطاعت اور اپنی معلومات کی حد تک سنت نبوی پر قائم
رہے اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے
رہے، اور بعضوں نے تو مکمل اتباع سنت کا نمونہ پیش کیا جو
اخلاق نبوی کی عملی تصویر تھا، بہر حال سرور کائنات آقائے نامدار

حضرت محمد مصطفیٰ سے وابستگی و تعلق، آپ کی مدح، شان، منقبت اور آپ کی تعریف وتوصیف میں کمال احتیاط و سنجیدگی، شائستگی، کمال ادب، پاکیزگی، جذبۂ عشق رسول میں حد درجہ سرشاری، نیز درد واثر، سوز و تپش، ہوش، دانش، فہم کے ساتھ عرفان محمدی فیضان محمدی اور مقام محمد کا پورا ادب واحترام ملحوظ رکھنا امت محمدیہ کا امتیازی وصف ہے، دیگر مذاہب اور قوموں میں اس کی مثال نہیں ملتی، بعض قوموں نے تو اپنے انبیاء اور مصلحین کی تعریف میں اتنا مبالغہ کیا کہ اُن کو مقام نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت میں پہونچادیا اور بعض قوموں نے اولیاء وصلحاء کو انبیاء کے مقام سے آگے بڑھادیا، لیکن مسلمانوں نے خدا اور بندہ کا جو فرق ہے اس کو ملحوظ رکھا۔

نعتیہ کلام میں حیات طیبہ، اخلاق نبوی، مدینہ سے دوری ومہجوری، احساس گناہ، شفاعت طلبی، اشک ندامت، حضور ﷺ کے احسانات کا تذکرہ اور درود وسلام کے موضوعات ہمیشہ سے موجود رہے ہیں، عربی، فارسی اور اردو کے قدیم وجدید شعراء نے مختلف ادوار میں نعت نبی کے بڑے حسین اسالیب اور عظیم پیرائے نکالے، ان میں محبت و شیفتگی کی حلاوت بھی ہے اور عقیدت واحترام کی لطافت بھی، عشق و وارفتگی کی جنوں آگیں گہرائی بھی اور اکرام واجلال کی احتیاط پسندی بھی، شعراء نے حلیۂ مبارک، بشری صفات، نورانی اوصاف، اخلاق وعادات،

خدمات واقدامات اور ذات نبوی سے متعلق ہر شئے کی تعریف وتوصیف کی ہے، جس میں مقام توحید کی نزاکت کا احساس بھی ہے اور بارگاہ نبوی کا ادب وپاس بھی، خود رسول اللہ ﷺ نے عشق نبوی اور اتباع رسول کی نوعیت بیان کردی ہے اور بار بار اس کی تاکید کی ہے کہ آپ ایک انسان ہیں، ایک موقع پر کہا: ''أنا ابن امرأة تأكل القديد'' میں ایک ایسی عورت کا لڑکا ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے کھاتی تھی، اسی طرح اپنے نام کو اللہ کے نام سے جوڑنے کی سخت ممانعت کی ہے، چنانچہ مسلمانوں نے خدا اور بندہ کے درمیان جو فرق ہے اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور صحابہ کرام نے عشق نبی اور حب رسول، فدویت وارفتگی اور شیفتگی کی اعلیٰ مثالیں پیش کی ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

پیش نظر مجموعۂ کلام ''کوثر'' اسی مبارک صنف سے تعلق رکھتا ہے، مولانا رئیس الشاکری ندوی نے اس کے نام کے انتخاب میں اعلیٰ دینی اور ادبی ذوق کا ثبوت دیا ہے، کوثر کے لفظ میں جو تقدس اور حضور ﷺ سے اس کا جو تعلق ہے وہ معروف ہے اور ہر مسلمان اس کی تمنا رکھتا ہے کہ اس کو اس سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل ہو، زبان کی نزاکت اور فصاحت کے لئے بھی کوثر اور تسنیم سے تشبیہ دی جاتی ہے، وہ ادیب وشاعر اور خطیب

ہیں، اس کے ساتھ عالم دین بھی ہیں، نعت گوئی میں جو نزاکت ہے وہ اس کو سمجھتے ہیں اور خدااور بندے کے درمیان جو فرق ہے اس کو انہوں نے ملحوظ رکھنے کی کوشش کی، کہیں کہیں شوق اور جذبہ غالب آگیا ہے، ان کی شاعری میں لطافت، دلکشی، رعنائی سلاست وروانی، مضامین کی بلندی اور اثر پذیری ودلنوازی ملتی ہے، اور عام فہم اسلوب بیان استعمال کرتے ہیں، ان کے کئی مجموعۂ کلام شائع ہوکر مقبول عام ہو چکے ہیں، اس سے قبل رباعیات کا ایک مجموعہ ''القاء'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس میں بعض رباعیات نعت سے متعلق ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبول فرمائے اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ کا ذریعہ بنے۔ یا رب صلّ وسلّم دائماً أبداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

(حضرت مولانا) محمد واضح رشید حسنی ندوی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ (یوپی)

۱۸/جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

۲۴/مئی ۲۰۰۸ء

شاعری قدرت الٰہی کا ایک عطیہ ہے جو قلب وضمیر کی آواز فکروذہن کی ترجمان اور موج زن جذبات کا سیل بے کراں بن کر اس طرح اُبل پڑتا ہے کہ شاعر کو اس پر قابو واختیار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

شاعر سماج کے مختلف موضوعات کو سخن کے لئے اختیار کرتا ہے مگر وہ ماحول، نشو ونما، تعلیم وتربیت اور عصری تقاضوں سے متاثر ہو کر کسی ایک موضوع کو منتخب کر کے اس میں کمال پیدا کر لیتا ہے۔

اس وقت پیش نظر ہمارے عزیز اور شاگرد مولانا رئیس الشاکری سلّمہ کا چھٹا مجموعۂ کلام (کوثر) ہے جو نعتوں کا خوبصورت گل دستہ ہے، نعتوں کے مجموعے ان گنت شاعروں نے مرتب کئے ہیں،

جن میں رسول اکرم ﷺ کے صفات واخلاق، دعوت وپیغام اور ذات نبوی سے خلوص ومحبت کا اظہار مختلف ومتنوع اسلوب میں کیا ہے سیرت نبوی اور محبت نبوی پر نثر ونظم میں اتنی کتابیں اور مجموعے شائع کئے گئے ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہے اور ان میں سے بیشتر بہت اعلیٰ معیار کے ہیں۔

مولوی رئیس الشاکری فطری شاعر ہیں اُن کے یہاں آورد کم اور آمد زیادہ ہے انھوں نے دوسرے موضوعات پر بھی نظمیں کہی ہیں اور دادو تحسین حاصل کی ہے اور نعت گوئی تو ان کا خاص اور پسندیدہ موضوع ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے نعتیہ کلام کی گرمی ہر وہ شخص محسوس کرتا ہے جسے ذات نبوی سے ذرا بھی عقیدت ہو، وہ جس قدرت اور مہارت کے ساتھ شعر کہتے ہیں اُسی زور وشور سے پیش بھی کرتے ہیں، قدرت نے انھیں بچپن سے شعر گوئی کا ذوق عطا فرمایا ہے، راقم سطور نے اُن کے بچپن اور طالب علمی کے زمانے میں بھی اُن سے شعر سُنے اور پسند کئے اور اس وقت سے اب تک میں ان کی شاعری سے فیض حاصل کرتا رہا ہوں، خصوصاً ان کی نعتیہ شاعری نے تو بہت متاثر کیا۔ چند شعر پیش ہیں۔ شعری حسن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے ان کی شیفتگی بھی ملاحظہ ہو۔

ہر ایک شام قرینے کی شام ہو جائے
اگر نصیب مدینے کی شام ہو جائے

رئیسؔ ہجر کا جینا بھی کوئی جینا ہے
یہی ہے جینا تو جینے کی شام ہو جائے
قصیدہ ساقیٔ کوثر کا اس طرح پڑھیے
کہ صبح حشر بھی پینے کی شام ہو جائے

آخری شعر ملاحظہ ہو ؎

چراغ قبر کا بھی انتظام ہو نہ سکا
رئیسؔ ایسے خزینے کی شام ہو جائے

اس پوری نعت میں ''شام'' کا لفظ کس قرینے اور حسن کے ساتھ استعمال ہوا ہے جس نے تاریکی کو نور بنا دیا ہے۔
مندرجہ ذیل زمین میں متعدد شعراء نے نعتیہ شعر کہے ہیں مگر شاکری صاحب کا صوت و آہنگ کچھ اور ہی مزا دیتا ہے ؎

جھجکتی ہی رہ جائے سدرہ نشینی
جب آواز دے وہ سفر کرنے والا
پُرانی چٹائی بچھونا کرے ہے
شہنشاہیاں معتبر کرنے والا
زمیں تو زمیں آسمانوں پہ قابض
فقیری کے شام و سحر کرنے والا
اخوت کا مفہوم رگ رگ میں بھر دے
قبیلوں کو شیر و شکر کرنے والا

آخری دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

حرا کی پہاڑی سے وہ نرم لہجہ
چٹانوں کے دل میں بھی گھر کرنے والا
رئیسؔ سخن ہو تو نعت نبی میں
قلم مانگو عرض ہنر کرنے والا

مولوی رئیس شاکری کے نعتیہ مجموعۂ کلام کوثر سے یہ چند نعتیہ اشعار کے نمونے ہیں، پورا مجموعہ پڑھئے اور سر دھنئے، نبی علیہ کا ایک شیدائی، ایک مخصوص دھن، اور نئے سُر، عشق و محبت کی لے، اس طرح گنگناتا ہے کہ ارض بسیط جھوم اٹھتی ہے، فضا مشک بار، ماحول عطر بیز اور کائنات بہار آفریں بن جاتی ہے۔

رئیسؔ شاکری اپنے اس شعری کمال اور نعتیہ کلام پر قدرت کے پہلو بہ پہلو شعراء کے کلام پر تضمین بھی بڑی خوبصورتی سے کرتے ہیں۔ استاذ الاساتذہ سابق معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی رحمۃ اللہ ایک ممتاز نثر نگار کے ساتھ عظیم سخن فہم، سخن سنج اور سخن گو بھی تھے انھوں نے ایک نعت کہی بڑی معرکۃ آراء نعت، اس پر رئیس شاکری کی تضمین۔

مولانا رحمۃ اللہ کا شعر ؎

لاریب کہ ہے نور خدا نام محمدؐ
ناموس وفا صدق و صفا نام محمد

مولوی رئیسؔ شاکری نے مصرعے لگائے۔

مفہوم کرم، حُسن عطا نام محمدؐ

ہے بعد خدا سب سے بڑا نام محمدؐ

ہونٹوں پہ بہرحال سجا نام محمدؐ

"لاریب کہ ہے نور خدا نام محمدؐ

ناموس وفا، صدق وصفا نام محمدؐ"

دل تو چاہتا ہے کہ مولوی رئیس شاکری کا نعتیہ کلام اسی طرح پیش کرتا چلا جاؤں اور قاری کو رئیس شاکری کے عشق نبی اور شیفتگی نام محمدؐ سے محظوظ کروں اس لئے بھی کہ مولوی رئیس شاکری مجھے طالب علمی کے زمانے سے عزیز ہیں اور میں ان کا قدردان بھی ہوں بارگاہ الٰہی میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم وسخن میں اور زیادہ زور عطا فرمائے اور وہ تادیر نعت نبیؐ اور خدمت اسلام کرتے رہیں۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(حضرت مولانا) محمد اجتباء ندوی

جامعہ نگر، نئی دہلی

۲۸/مارچ ۲۰۰۷ء

امّی لقب سرورِ عالم ﷺ کی سیرت کے حوالے سے امّ المومنین عائشہ صدیقہؓ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا...... کان خلقهُ القرآن ...... گویا قرآن نے "انسانِ کامل" ...... کی تصویر خود بنائی ہے، جس کا نام قرآن ہی کی زبان میں "صاحبِ خلقِ عظیم" اور "خاتم النّبیین" ہے۔

یہی تصویر وہ روشن منارہ ہے جس سے نعت گوئی کے سارے پہلو اکتسابِ نور کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ عظیم شاعری اپنے ہُنر سے محدود موضوع کو لامحدود بنادیتی ہے لیکن موضوع خود لامحدود ہو تو عظیم شاعری کا ہُنر اور اس کے فرائض کا باب اپنے قلم کار کی خاموشی سے آج بھی حیران ہے۔ نعتیہ موضوع لامحدود ہے اور اس محدودیت میں زبان و قلم

کی شکست یقینی ہے ؂

عرفیؔ شتاب ایں رہ نعت رستانہ صحراست

اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سیرت کے مقدس اُجالے زندگی کے ہر شعبے کو اُجالنے کے لئے اگر کافی ہیں اور یقیناً کافی ہیں تو مجھے کہنے دیجئے کہ ان اجالوں نے شاعری کو بھی روشنی دی ہے۔ شاعری کے لئے یہ امتیاز بھی کم نہیں ہے کہ امّی لقب سرور عالمؐ نے شاعری کو اصلاح کے شرف سے سرفراز کیا بلکہ شاعروں کی انعام واکرام سے بھی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں شاعری حکمت ودانش کی امین، ایمان ویقین میں اضافے کا سبب اور کارگاہ حیات میں کامرانی کا دلآویز پیغام ہے، پھر نعت ومنقبت کی شاعری تو حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ اور کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے مسنونیت کے درجے میں آجاتی ہے۔

یہ سچائی بھی مسلم کہ نعت کی شاعری کا سفر تلوار کی دھار پر سفر سے کہین زیادہ دشوار ہے الوہیت اور رسالت کی سرحدیں نہایت انوکھی لیکن ایک ایسا روشن ترین خط فاصل رکھتی ہیں کہ بڑے بڑے منھ دیکھتے رہ جاتے ہیں ؂

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

علمائے شعر وادب کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ نعت گوئی شیشہ گری سے بھی زیادہ نازک ہُنر ہے ذرا بھی چوکے اور عظیم سے عظیم شہکار کچھ اس طرح چکنا چور ہو جاتا ہے کہ اس کی کرچیں ایمان ویقین کے جسم کو لہولہان ہی نہیں بلکہ اکثر وبیشتر بے جان بنا دیتی ہیں۔

با خدا دیوانہ باش وبا محمدؐ ہوشیار

نعت گوئی دلوں کو چھو لینے والے مطالبوں اور خوبصورت تقاضوں کے ساتھ ہمارے اسلامی ادب کا وہ روشن چراغ ہے جس کے اجالوں کا انکار سورج کے اجالوں کا انکار ہے۔

نعت کی روایت عربی اور فارسی سے ہوتی ہوئی اردو زبان میں آئی ہے اسی لئے اردو نعتیہ شاعری میں لب و لہجے کی راہ سے عربی اور فارسی کی رنگ آمیزی کا احساس ناگزیر ہے حالانکہ نعتیہ شاعری میں تخئیل اور فکر وفن سے کہیں زیادہ خلوص کی شدت اور جذبے کی طہارت ایمان افروزیوں کی دعوت کا اہتمام کرتی ہے۔

لغات نگاروں کے مطابق لفظ ''نعت'' کا جو مفہوم عبارت ہوتا ہے وہ اُسے اپنے قبیل کے دوسرے لفظوں مثلاً وصف، تعریف، حمد، ثنا، منقبت وغیرہ سے منفرد اور ممتاز بنا دیتا ہے۔ یہ لفظ کسی شے کے سرسری اوصاف کے اظہار میں مستعمل نہیں بلکہ تکلف اور مبالغے کے ساتھ اوصاف حمیدہ کے انتہائی درجے کے لئے خاص ہے۔

''نعت'' (ن، ع، ت) فتحہ کے ساتھ (مؤنث) عربی زبان کا ایک مادہ ہے جو عام طور سے وصف کے معنی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

''تاج العروس'' کے مصنف نے لفظ ''نعت'' پر تفصیلی بحث کی ہے اور نعت کے مادے کی مختلف نحوی شکلوں کو مثالوں سے واضح کیا ہے، ''النعت'' کے سلسلے میں لکھا ہے کہ نعت صرفی اعتبار سے ''منع'' کی طرح ہے۔ النعت کا المنع ای کونہ مفتوح العین فی الماضی و المضارع۔ نعت کے معنی وصف کے ہیں خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغے کی انتہا سے کام لیں تو نعت کے لفظ کا استعمال ہوتا ہے، ابن کثیر کی رائے ہے کہ نعت کے معنی ہیں کسی شے کی خوبیاں اور اس کا حسن بیان کرنا، قبح میں اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے جب کہ وصف حسن اور قبح دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

وصف بیان کرنے والے کو ''ناعت'' کہتے ہیں اور ''ناعت'' کی جمع ''نعات'' آتی ہے۔ ابن عربی نے لکھا ہے کہ نعت کا لفظ ایسے انسان کے لئے استعمال کیا جائے گا جو نہایت خوبرو اور حسن و جمال سے عبارت ہو۔

شمائل ترمذی کے مطابق لفظ نعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے پہلے علی مرتضیٰؓ نے استعمال کیا ہے، حالانکہ

روایات کے ذخیرے میں یہود کی دعا کے حوالے سے نعت کا لفظ ''خاتم النّبیین'' کے لئے واضح طور پر موجود ہے۔ اللھم انصرنا باالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعتہٗ و صفتہٗ فی التوراۃ ۔ابن اثیر نے لفظ نعت کو اصطلاحی مفہوم میں رکھا ہے یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا وصفت اور تعریف وتوصیف۔

شاعری کی نعتیہ صنف امی لقب سرور عالم کی فرمائش پر وجود میں آئی ہے۔

ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان رونق افروز تھے کہ فرمایا:

''جو لوگ تلوار سے میری مدد کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ زبان سے بھی میرا ساتھ دیں''

اور سیدنا حسان بن ثابتؓ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا ''اس خدمت کے لئے حسّانؓ حاضر ہے۔''عرب شعراء اپنے قصیدوں کی تشبیب میں عادتاً خاندانی نجابتوں اور اجداد کے کارناموں کا ذکر ضرور کرتے تھے اسی عادت کی جانب سرور عالم نے اشارہ فرمایا ''حسّان ! میرا اور ابوسفیان کا خاندان مشترک ہے''اور سیدنا حسان نے جواباً عرض کیا ''حضور! یہ میرا فن ہے، میں گندھے ہوئے آٹے سے بال کی طرح آپ کی مقدس ذات

کو ابو سفیانؓ سے الگ کر لوں گا۔''

اردو نعت گوئی کا آغاز گیارھویں صدی ہجری میں ہوا...... اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اردو نعت کی مستقل حیثیت اور شناخت بنائی ہے، لطفؔ بریلوی غزل کی صنف میں نعت کے سب سے پہلے بڑے شاعر ہیں، میرؔ کی مسدس مولانا اسماعیل شہید کی مثنوی '' سلک نور'' قابل ذکر ہیں، اس کے بعد امیرؔ اور محسنؔ کا دور ہے، ان دونوں بزرگوں نے نعت میں تغزل کی بھرپور آمیزش کی اور فکر کے ساتھ فن کو بھی رنگ وروغن عطا کئے لیکن نمایاں حد تک شریعت کے وقار پر حرف نہیں آنے دیا۔

بات فن کی آپڑی تو عرض کرتا چلوں کہ نعت گوئی کے فن میں ابداع وایجاد کے گل بوٹے ہمارے اسلاف کے قلم سے آج بھی مرکز نگاہ ہیں اس فن کے خدمت گاروں میں مولانا حالیؔ، ڈاکٹر اقبالؔ، مولانا ظفرؔ علی خاں، فاضلؔ بریلوی، مضطرؔ خیر آبادی، اقبالؔ سہیل، مولانا ماہرؔ القادری، حفیظؔ جالندھری، حمیدؔ صدیقی، بہزادؔ لکھنوی وغیرھم کے نام بڑے اعتماد کے ساتھ شمار کئے جائیں گے۔

نعتیہ شاعری نے اردو شعری ادب میں اکثر تبرکاً جگہ پائی ہے لیکن کچھ شعراء نے نعت گوئی کو اپنے فن کا وسیلہ اظہار اس طرح بنایا کہ نعت گوئی ان کے قلم کا کارنامہ بن گئی اور اسی حوالے سے

انھوں نے شہرت کمائی اور شعر و ادب میں ان کو مرتبہ ملا۔
اردو شعری ادب کی تین قسمیں (مثنوی، قصیدہ اور غزل) اس اعتبار سے نمایاں رہی ہیں کہ ان میں نعتیہ شاعری کے سرمائے کا بڑا حصہ سما گیا ہے، ادبی سرمائے کا ایک بڑا حصہ محسوسات وجذبات اور معتقدات کے لئے ہمیشہ خاص رہا ہے اس سرمائے میں نعتیہ شاعری کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے ممتاز رہی ہے، اسلامی ادب میں اساطیری پہلوؤں کی گنجائش ہی نہیں ہے یہ اور بات کہ خارجی اثرات کے نتیجے میں کچھ پہلو جہاں تہاں نظر آجاتے ہیں لیکن اُن کا مرکزیت سے کوئی رشتہ نہیں۔ نعتیہ شاعری کا امتیازی نشان پیغمبر اسلام کی ذات والا صفات سے وابستگی اور روحانی تعلق ہے اور یہی وابستگی فکر و عمل کی بے راہ روی اور خیالات کی پراگندگی کے باوجود ایک مومن کو اس مرکز رشد و ہدایت سے بیگانہ نہیں ہونے دیتی۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

نعتیہ شاعری دوسرے مذاہب کے بھجنوں اور مناجاتوں سے الگ اور بہت الگ ایک چیز ہے، نعتیہ شاعری کا محرک صرف اور صرف سرور عالمؐ سے تعلق اور محبت ہے ایک مومن کو دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے زیادہ محبوب سرور عالم کی ذات والا صفات ہے اور یہی محبت نعتیہ شاعری کا اساسی خزانہ ہے۔

کچھ بھی نہیں لفظوں میں صداقت کے بغیر
تلوار سے کیا ہوگا شجاعت کے بغیر
ایمان کی تکمیل کا امکان نہیں!
سرکارؐ مدینہ سے محبت کے بغیر

سرورِ عالمؐ سے تعلق اور محبت نعت گوئی کی شرط اول ہے بلکہ نعت گوئی اور دوسرے اصناف سخن میں بنیادی فرق بھی یہی ہے کہ اور اصناف سخن شعورفن اور قادر الکلامی کی بدولت کمال کی منزل سر کرتے ہیں لیکن نعت گوئی کا راستہ اپنے راہی کو محبت وعقیدت اور خلوص کی طہارت کے بغیر ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہیں دیتا، نعتیہ شاعری رسمی شاعری نہیں ہے یہ شاعری پاکیزہ جذبات اور شاعر کا بھرپور روحانی تجربہ بھی چاہتی ہے۔

اچھی شاعری کی تین بنیادی ضرورتیں ہیں..........................

قادر الکلامی، جذبے کا خلوص اور فکر کی طہارت قدرت بیان سے محروم شاعری سپاٹ شاعری ہوگی جذبے کا خلوص نہ ہو تو شعر بے کیف اور بے رنگ تصویر نظر آئے گا اور فکر کی طہارت کے بغیر شاعری سطحی شاعری ہوگی خوبصورت نعت گوئی کے لئے بھی قادر الکلامی جذبے کا خلوص اور فکر کی طہارت ضروری اور بنیادی اجزاء ہیں۔

اردو شعری ادب کا مزاج مبالغے کی انتہا سے عبارت ہے، اردو شعری ادب کا جمالیاتی رنگ و آہنگ مبالغے کی آمیزش کے بغیر

بے کیف ہی نہیں بلکہ بسا اوقات اپنا وجود ہی کھو بیٹھے گا۔ گویا اچھی شاعری کے لئے مبالغے کی ساری قسمیں (شعور اور سلیقے کے ساتھ) لازمی ہیں اور شاعری کے لئے یہی وہ منزل ہے جہاں اس کی شاعری کی شناخت وجود میں آتی ہے۔ اچھی اور کامیاب نعت گوئی کے لئے تضاد شعر و شریعت کی ہم آہنگی انتہائی دشوار مرحلہ ہے اس مرحلے میں دل پر عقل اور عشق پر علم کو پاسبان بنانے کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اردو شعری ادب عاشقانہ جذبات کے اظہار کے لئے جن ضمیروں کا تقاضا کرتا ہے وہ ضمیریں نعتیہ شعری ادب میں ادب اور احترام کی وہ فضا تخلیق نہیں کر پاتیں جس کا یہ صنف سخن مطالبہ کرتی ہے ''شمار خرام قلم داشتن'' نعتیہ شعری ادب کی بنیاد ہے۔ الوہیت اور رسالت کا درمیانی خط فاصل شعری تقاضوں کے ساتھ نعت گو کی نگاہوں سے کسی حال میں بھی اوجھل نہ ہونے پائے تو کامیابیاں خود آگے بڑھ کر نعت گو کے قدم چوم لیتی ہیں البتہ نعت گو ذرا بھی چوکا اور ''نیکی برباد گناہ لازم''

علامہ بوصیریؒ کے ایک شعرِ کا مفہوم ...... دیکھئے احتیاط سے بھرپور سچائیاں اور روح پرور شعری لذت ؂

''آپؐ کے بارے میں ہمارے علم کی رسائی بس اتنی ہے کہ
آپؐ بشر ہیں لیکن آپؐ جیسا کوئی بشر ہوا ہے اور نہ ہوگا''

نعت کسی بھی منزل میں ہو عبدیت ہی کی آئینہ دار ہوگی، دوسرے

مذاہب کے پیشواؤں کی تعریف وتوصیف میں الوہیت کے رنگ نمایاں رہتے ہیں اور اس تعریف وتوصیف کا شاید حسن بھی یہی ہے لیکن نعت گوئی کا انتہائی حسن یہ ہے کہ عابد ومعبود کے رشتے سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن ہوں۔

ڈاکٹر اقبالؒ کے قلم سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، کسی صوفی نے معراج کے سلسلے میں اپنا خیال ظاہر کیا کہ" معراج جیسا قرب مجھے میسّر آتا تو میں ہرگز واپس نہ آتا" اور ڈاکٹر اقبالؔ نے تبصرہ فرمایا " پیغمبر اور صوفی میں یہی فرق ہے کہ پیغمبر عروج میں بھی عبد اور معبود کے درمیانی فاصلے پر بخوبی نظر رکھتا ہے اور اپنی عبدیت سے بے خبر نہیں ہوتا لیکن صوفی ضبط وشعور کی کمی کی وجہ سے اس منزل میں اپنا وجود ہی کھو بیٹھتا ہے۔ ......ڈاکٹر اقبالؔ نے جس ضبط وشعور کی جانب اشارہ کیا ہے اس کی حفاظت نعتیہ شاعری کا ایمان افروز سرمایہ ہے۔ ایمان کا کمال یہ ہے کہ سرور عالم کی محبت سے ساری محبتیں مغلوب ہوجائیں ظاہر ہے ایسی محبت تقاضا کرے گی کہ محبوب کا نام اور ذکر زندگی کالازمی وظیفہ بن جائے، میں سمجھتا ہوں کہ اسی عظیم اور اہم ترین ضرورت نے نعت گوئی کا عظیم الشان اور بابرکت فن ایجاد کیا اور پھر سعادتوں کے دروازے کھل گئے۔

نعت میں ہم نے جولکھا ایک پرچہ بھی امیرؔ
مل گئی دولت وہ نسخہ کیمیا کا ہوگیا

نعت گوئی کا رشتہ صرف سراپائے اقدس ہی نہیں بلکہ نعت گوئی عبارت ہے سرور عالم کے قال سے حال سے اور ان کے جمال وکمال سے ؎

سانسوں کی جائداد بھی کردو اسی کے نام
سارے جہان لکھے ہیں جس آدمی کے نام

نعت لکھنے والے شاعر کا مرتبہ انسانی قلم کے اکتسابات کی معراج ہے اس کا ہر سانس دیار حبیب کی منزل ہے وہ فرشتوں کا ہی ہمزبان نہیں بلکہ اس کی زبان پراس کی مدح وستائش ہے جس کی مدح وستائش خود مالک لوح وقلم نے کی ہے۔

نعتیہ شعری ادب کمیت ہی نہیں کیفیت کی بناء پر بلکہ اپنے منفرد انداز، مخصوص لب ولہجہ اور ہمہ گیر مقبولیت اور تاثیر کی وجہ سے تقاضا کرتا ہے کہ ادب کے اقسام میں اُسے ایک منفرد اور ممتاز صنف سخن قرار دیا جائے اور اس کے مقصد اور مطالبات کی روشنی میں صرف اسلامی ادبیات ہی میں نہیں بلکہ عالمی ادب میں بھی اُسے ایک ممتاز مقام کا مستحق تسلیم کیا جائے۔

مذہبی ادب میں نعتیہ شعری ادب کو جو حیثیت حاصل ہے وہ خصوصی مطالعے اور تفصیلی جائزے کا حقدار ہے، ہمارے مذہبی شعری ادب کا قابل ذکر ایک بڑا حصہ مذہبی جذبات اور روحانی احساسات کے اظہار کے لئے خاص رہا ہے جس میں نعتیہ شعری ادب

اتنا نمایاں ہے کہ اُسے نظر انداز کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہے، نعتیہ شعری ادب کسی مخصوص ہیئت اور صفت میں محدود نہیں، نظم ونثر کی ہر صنف سخن میں اس کے قابل ذکر نمونے بکثرت موجود ہیں اس لئے نعتیہ شعری ادب کو مرکزی مطالعے کے لئے خاص کرنے میں کسی دوراز کار تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔

نعتیہ شعری ادب میں جذبات عقیدت ومحبت اور والہانہ شیفتگی قدر مشترک کا حکم رکھتی ہے اوراسی روشنی میں ہمارے شعراء کونعت گوئی میں ایمان افروز سخن طرازیوں کا موقع فراہم ہوا ہے ان شعراء کی نورانی فہرست میں مسلمان شعراء آگے اور بہت آگے نظر آتے ہیں لیکن غیر مسلم شعراء بھی عقیدت واحترام کے اظہار میں نمایاں طور پر شریک ہیں، چودھری دلو رام کوثری محروم، جگناتھ آزاد، کرشن بہاری نور لکھنوی، چندر پرکاش جوہر کے نام بلند اور بہت مقبول ہیں۔

نعتیہ ادب بلکہ اسلامی ادب کے حوالے سے آخر میں ہم اپنے اکابرین کی قلم کاریوں کے کچھ اقتباسات ''کوثر'' کے قارئین کے لئے نقل کرتے ہیں جوافادیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔

''عرب دنیا سے باہر کے مسلمانوں نے تو آں حضرتؐ سے شدید محبت بے انتہا عقیدت اور آپؐ کی خاطر سرفروشی وجاں نثاری کے جذبے کے تحت اپنی شاعری

میں ایک نئی اور مخصوص صنف سخن وضع کرلی جس کو نعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس کا موضوع صرف آنحضرتؐ کی مدح اور فضائل وامتیازات کا بیان کرنا ہے جسے فارسی ادب اور اردو ادب کہ ان میں ''نعت'' کسی دوسری شخصیت کے وصف یا سراپا نگاری یا فضائل وامتیازات کے بیان کو کہہ ہی نہیں سکتے بلکہ صرف آنحضرتؐ سے متعلق ان باتوں کے بیان کرنے کے لئے مخصوص ہے جس طرح ''حمد'' کہ عربی اور دوسری زبانوں میں صرف اللہ کی تعریف وتوصیف کیلئے مخصوص ہے۔''

عربی ادب کی تاریخ ص ۱۵۲
(ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی)

''سوائے الہام کے جو خدا کی طرف سے اس کے رسول پر نازل ہوتا ہے اور رسول اس کو بجنسہٖ امت کو پہونچا دیتا ہے کوئی ایسا خیال نہیں جو شاعر کے دل میں آتا ہو اور وہ حسب ضرورت تصرف کئے بغیر ہم تک پہونچا دیتا ہو، یہ تمام تر شاعر کے ذوق اور ظرف پر منحصر ہے کہ وہ اس خیال کو کس مقصد سے کس شکل میں ہم تک پہونچاتا ہے اگر وہ سرشت کا اچھا ہے فن سے واقف ہے اور زبان کا رمز شناس ہے کہنے کا سلیقہ رکھتا ہے اور صحیح موقع اور محل کو

پہچانتا ہے تو اس کی بات موٴثر مفید اور دیر پا ہوگی اگر اس میں یہ صفات نہیں تو یہ شاعری نہیں اور کچھ ہوگی! جس کو آپ شاعر کی نارسائی اور نالائقی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ شاعر کوئی ڈاک خانہ، تار گھر، ریڈیو نہیں ہوتا جو صرف خبر رسانی کا کام انجام دیتا ہے وہ فنکار اور معلم کی حیثیت سے حسن و صداقت کا داعی ہوتا ہے، اردو شاعروں کی فہرست پر نظر ڈالئے اور ہر شاعر کے کلام اور انجام کو اس اس پیمانے پر ناپ لیجئے۔ یوں تو دنیا میں کوئی نالائق یا نالائقی ایسی نہیں ہے جس کے لئے کوئی سند جواز نہ تصنیف کی جا سکے۔''

گنج ہائے گراں مایہ ص۲۱۱
(پروفیسر رشید احمد صدیقی)

''جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں سو مرتبہ سے زیادہ بیٹھا ہوں، میں نے دیکھا کہ آپؐ کے صحابہ مسجد نبوی میں شعر خوانی کرتے تھے اور جاہلیت کے بہت سے امور سے متعلق باتیں کرتے تھے تو آپؐ اکثر دیکھ کر مسکرا دیتے تھے'' اس حدیث سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپؐ شعر کو اس قدر پسند فرماتے تھے کہ آپؐ کی مسجد میں

مشاعرہ اور شعر خوانی ہوتی تھی اور آپؐ منع نہیں کرتے
تھے بلکہ اظہار پسندیدگی کے طور پر مسکرا دیتے تھے۔''

عربی ادب کی تاریخ ص ۱۵۴
(ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی)

''نعتیہ شاعری میں اعتدال پسندی اور حقیقت نگاری ایک مشکل امر ہے سب سے بلند شاعر وہ ہے جو نعتیہ کلام میں خالق کائنات اور مخلوق اعلیٰ کے درمیان فرق کرے اور شریعت کے حدود سے تجاوز نہ کرے ورنہ نعت کی بجائے وہ گمراہی کا سبب بن جاتا ہے۔''

کاروان ادب اپریل، جون ۱۹۹۷ء ص ۲۷
(پروفیسر سید ابراہیم ندوی)

''ہم مسلمان مطلوبہ اسلامی ادب کے پہلے سے کہیں زیادہ حاجت مند ہیں کیونکہ آج ہمیں فکری، وجدانی اور تہذیبی سطح پر ایسا مقابلہ درپیش ہے جس کی ہم نظیر نہیں پاتے، حقیقی اور مقصدی ادب ہی ہمارے وہ اسلحہ ہیں جن سے ہم اس حملے کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اس کے تیز دھارے کے آگے ٹھہر سکتے ہیں۔''

دین و ادب ص ۵۲
(ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا)
ترجمانی (شمس تبریز خاں)

''نعت کا جو طرز ہمارے شعراء نے اختیار کیا ہوا ہے وہ بہت قابل اصلاح ہے ہمارے یہاں نعت کی بنیاد غزل پر سمجھی گئی ہے جو ایک لحاظ سے کمترین قسم شاعری ہے اس لئے تغزل کا رنگ ایسا جما کہ ہر جگہ جا و بے جا اس کی جھلک نظر آجاتی ہے۔ بھلا نعت میں '' زلف و کمر، خال وخط سے کیا تعلق''۔

چند همعصر ص ۴

(بابائے اردو مولوی عبدالحق)

''عام نعت گو شعراء جس طرح رسول اکرم کو معشوق نازنیں فرض کر کے آپؐ کے سراپا کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور آپؐ کے جسد عنصری بلکہ اعضائے مبارکہ کی تعریف کرتے ہیں یہ انداز کلام ناپسندیدہ ہے اور سوئے ادب کا پہلو لئے ہوئے ہے آنحضرت کے شمائل ومحاسن کو بیان کرتے وقت وقار اور متانت، تعظیم اور تقدیس کی روش اختیار کرنی چاہیے''۔

ماہ نامہ "محدث" رسول نمبر ۱۳۹۶ھ

(مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

''سیرت نبوی کو موضوع بنانے کی وجہ سے نعتیہ شاعری کی قیمت اور افادیت میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے اس صنف شاعری

نے تاریخی حقائق اور سیرت کے مختلف گوشوں کو جس
طرح بلاغت اور ایجاز کے ساتھ پیش کیا ہے وہ مطول
ومفصل تاریخ نویسی کے ذریعے (اس کی اہمیت اور قیمت
کے باوجود) ممکن نہیں، سیرت کے واقعات کی طرف یہ
بلیغ اشارے پڑھنے والوں کے دل میں ایسے طاقتور اور
گہرے اثرات چھوڑ جاتے ہیں جو تاریخ نگاروں کے
حدودامکان سے باہر ہیں۔''

(مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندوی)

ترجمانی: عبدالنورندوی

''ادب ادب ہے خواہ وہ کسی مذہبی انسان کی زبان سے
نکلے، کسی پیغمبر کی زبان سے ادا ہو، کسی آسمانی صحیفے میں
ہو، اس کی شرط یہ ہے کہ بات اس انداز سے کی جائے کہ
دل پر اثر ہو، کہنے والا مطمئن ہو کہ میں نے اچھی طرح
بات کہہ دی، سننے والا اس سے لطف اٹھائے اور اس کو
قبول کرے۔''

(مفکر اسلام سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی)

''ادب اسلامی ایک مکمل اور زندگی سے بھرپور ادب ہے
وہ عام دلچسپی اور قدردانی کا مستحق ہے اس کے ذریعے
ایک طرف ذوق ادب کی تسکین کا سامان فراہم ہوتا ہے تو

دوسری طرف فطرت سلیمہ کے مطابق زندگی کا ایک جائزہ اور ضروری تقاضا بھی پورا ہوتا ہے۔"

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

"ادب کی کسی نظریے اور خیال سے وابستگی ادبی روح ومزاج کی مغلوبیت کے ساتھ ہو تو یہ بات ضرور کہی جاسکتی ہے کہ وہ ادب صحیح ادب نہیں رہا لیکن اگر ادب کو مغلوبیت سے سابقہ نہ پڑے تو محض وابستگی کی بنا پر ادب کو اپنے ادبی مقام سے ہٹ جانے والا قرار دینا صحیح نہیں ہوسکتا۔"

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

"کامیاب ادب میں لفظ اور معانی کے درمیان کوئی دوری نہیں رہتی لفظ ہی معنی اور معنی ہی لفظ ہوتا ہے شاعر کا کام نہ صرف یہ ہے کہ معنی کے لئے لفظ تلاش کرے بلکہ اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ لفظ کی معنوی کیفیت کو بڑھادے۔"

(نکات مجنوں ص ۱۵۴)

رئیس الشاکری الندوی

۴ر جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

۱۰ر مئی ۲۰۰۸ء

اگر کوثر کی خواہش ہے تو ساقی سے جڑے رہنا!
کہ ساری قدر کھو دیتے ہیں ساغر بے سُبو ہو کر

کہسار تیرا ، بحر ترے ، جل پری تری
ثابت ہے کائنات میں کاری گری تری

شبنم کے موتی جیسے گلابوں کی آبرو
اللہ! یہ جمال یہ شیشہ گری تری

لوح و قلم گواہ کہ سب حمد تیرے نام
ساری بلندیوں نے لکھی برتری تری

شہ رگ سے بھی قریب تری آہٹیں عزیز
گویا کلیم طور کو جلوہ گری تری

لکھی ہیں ذہن ذہن وہ بندہ نوازیاں
روشن ہے آنکھ آنکھ کرم گستری تری

دانش کدوں کے نام دریچے نئے نئے
اُمّی لقب نے کی ہے وہ نامہ بری تری

مٹی پہ کی نگاہ تو سونا بنا دیا
حیرت نگاریوں کا سبب زرگری تری

پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی سرمایۂ غزل
آئینہ موسموں کا سخن پروری تری

دل کی شکستگی میں ترے نام کا مزہ
چاک جگر کو خاص ہے بخیہ گری تری

کوئی بھی افتخار ہو سجدے میں گر پڑے
مقدور ہے کسے جو کرے ہمسری تری

کاغذ پہ اختیار نہ خامے پہ دسترس
لفظیں کہاں بیاں جو کریں سروری تری

دنیا کہے رئیسؔ تو یہ بھی ترا کرم
جی جان سے عزیز مگر چاکری تری

☆

سب کے کام ہیں کام ترا
یعنی کرم ہے عام ترا

گھور اندھیرے شوخ سہی
روشن روشن نام ترا

سورج ہے پہچان تری
ذرّہ ہے پیغام ترا

دیکھنے والے دیکھتے ہیں
در تیرے ہیں بام ترا

خیر کا چسکا شر کی لذت
دُکھ تیرے آرام ترا

چاہے ازل ہو چاہے اَبد
آخر اوّل نام ترا

اپنے نہیں ہم تیرے ہیں
جان گئے اسلام ترا

جان کی قیمت آنکی تھی
جان مری اور دام ترا

جنت دوزخ کچھ بھی نہیں
تیری رضا انعام ترا

مجبوری اور مختاری !
سر آنکھوں الزام ترا

لاکھ رئیسؔ زار مگر
دل داری ہے کام ترا

☆

ترے جمال کی توصیف میں خدا کی کتاب
کہ سطر سطر فروزاں بلندیوں کا شباب
بلندیاں بھی کچھ ایسی نہ کوئی حد نہ حساب
''ہزار بار بشویم دہن زمشک گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست''

☆

نبی کے ذکر تک پہونچوں ادب سے باوضو ہو کر
مری عرضِ سخن کا راستہ ہے لکھنؤ ہو کر

نوازش کا یقیں بھی ساتھ دے جائے تو کیا کہنا
کہ مایوسی بھی اُس چوکھٹ سے لوٹی سرخرو ہو کر

اگر کوثر کی خواہش ہے تو ساقی سے جڑے رہنا
کہ ساری قدر کھو دیتے ہیں ساغر بے سبو ہو کر

حضوری کے زمانے میں تمنائیں سسکتی ہیں!
شکستہ دل بھی رہ جاتا ہے سینے میں لہو ہوکر

عمل کے سوکھے کھیتوں کو عطا کرتا ہے شادابی
تصور سبز گنبد کا حریف رنگ و بو ہوکر

چٹائی مصطفےٰ کی عرش اعظم سے بھی افضل ہے
فرشتوں کی جماعت کہہ رہی ہے قبلہ رو ہوکر

عجب کیا ہے حضوری کی اجازت ساتھ آئی ہو
ہوا کے جھونکے آئے ہیں اُدھر سے مشکبو ہوکر

محبت میں خدا جانے یہ کس منزل پہ آپہونچے!
فروزاں ہے غم ہجراں شریک آرزو ہوکر

☆

جب بھی راز کن فکاں کہنا پڑا
رحمتوں کو بے کراں کہنا پڑا

غربتوں میں گنبد خضری کی چھاؤں
بے مکانوں کا مکاں کہنا پڑا

نغمہ ٔ توحید اور عشق رسولؐ
قصہ ٔ حرف اذاں کہنا پڑا

پاؤں اُس نے جس زمیں پر رکھ دئے
اُس زمیں کو آسماں کہنا پڑا

پتھروں میں نرم لہجے کی بہار
دشت کو بھی گلستاں کہنا پڑا

وہ مسافر! پھر وہ انداز سفر
رہ گذر کو کہکشاں کہنا پڑا

رحمتوں کی فصل کے سچے گلاب
باغباں کو باغباں کہنا پڑا

خوبصورت جسم وجاں کا اتحاد
دونفس کا امتحاں کہنا پڑا

وہ اشارے پھر مرا دست ہنر
سہل ہے کار جہاں کہنا

رحمتوں کے شغل کو منھ چاہئے
ہر سخن کو بے زباں کہنا پڑا

نعتیہ شعر و ادب میں اے رئیسؔ
ایک بوڑھے کو جواں کہنا پڑا

☆

طلسماتِ شب بے اثر کرنے والا
اندھیروں کے گھر بھی سحر کرنے والا

نقوشِ قدم جگمگائے ہیں کیا کیا
صفِ کہکشاں سے گذر کرنے والا

جہاں پاؤں رکھے نشاں چھوڑ آیا
بلند آسمانوں کو سر کرنے والا

جھجکتی ہی رہ جائے سدرہ نشینی
جب آواز دے وہ سفر کرنے والا

پرانی چٹائی بچھونا کرے ہے
شہنشاہیاں معتبر کرنے والا

زمیں تو زمیں آسمانوں پہ قابض
فقیری کے شام وسحر کرنے والا

امیروں کو آنکھیں بچھانا سکھائے
غریبوں کی جانب نظر کرنے والا

اخوت کے مفہوم رگ رگ میں بھر دے
قبیلوں کو شیر وشکر کرنے والا

پتا منزل جاں کا پوچھو اُسی سے
وہ رہزن کو بھی راہ بر کرنے والا

حرا کی پہاڑی سے وہ نرم لہجہ
چٹانوں کے دل میں بھی گھر کرنے والا

رئیسؔ سخن ہو تو نعت نبیؐ میں
قلم مانگو عرض ہنر کرنے والا

☆

پلک پلک موتیوں کا ایسا وقار رکھتی ہیں میری آنکھیں
کہ اُس کرم پر تمام قیمت اُدھار رکھتی ہیں میری آنکھیں

عمل کی سچی کہانیاں ہیں مگر بڑی بے زبانیاں ہیں
نبی ُرحمت کی رحمتوں پر مدار رکھتی ہیں میری آنکھیں

شدید ہے انتظار کا غم جراحتیں چاہتی ہیں مرہم
بڑی عقیدت سے اپنا سینہ فگار رکھتی ہیں میری آنکھیں

کوئی علامت نہ کچھ اشارا نہ جانے چمکے گا کب وہ تارا
چمکتے تاروں کا آنکھوں آنکھوں شمار رکھتی ہیں میری آنکھیں

وہ سبز گنبد کا پاک منظر نظر میں رقصاں تو نقش دل پر
کہ دوریوں میں بھی قربتوں کا نکھار رکھتی ہیں میری آنکھیں

اگر گلابوں کی سرخیوں سے نظر ہٹا لوں تو کیا عجب ہے
کہ پتلیوں میں کھجور والا دیار رکھتی ہیں میری آنکھیں

دعا میں آنسو جو بہہ رہے ہیں فرشتے آمین کہہ رہے ہیں
دعا سے پہلے ہی مصطفےٰ کو پکار رکھتی ہیں میری آنکھیں

لحد کی منزل کہ صبح محشر غریبیوں کے انیس ویاور
کرم کے سب پہلوؤں کا جیسے حصار رکھتی ہیں میری آنکھیں

کہاں کی تلوار کیسا خنجر محبتوں کا میں ہوں پیمبر
عداوتوں کے جواب میں بھی جو پیار رکھتی ہیں میری آنکھیں

ہیں آخرِ شب اثر کی باتیں رئیسؔ جیسے سحر کی باتیں
وہ جانتے ہیں کہ آرزوئیں ہزار رکھتی ہیں میری آنکھیں

☆

خِلقتوں کے فلسفے ہیں فیضیاب مصطفےٰ
خلق مفہوم کرم رحمت نصاب مصطفےٰ

حرف حرف علم و ہنر ہیں مصطفےٰ کے نام سے
سطر اندر سطر پڑھیے بھی کتاب مصطفےٰ

گلشن ایجاد میں کچھ یوں کھلے رحمت کے پھول
ہر نفس منت کشِ عطر و گلاب مصطفےٰ

ایک قدر مشترک فرشِ زمیں سے عرش تک
دونوں عالم چاہتے ہین انتساب مصطفٰےؐ

شاہیوں کی آبرو ہے آستانے کا غلام
اعتبارِ سلطنت ہے باریاب مصطفٰےؐ

حشر کا میدان ہو یا رزم گاہ زندگی
کامیاب ہر دو عالم کامیاب مصطفٰےؐ

ڈھونڈتی ہی رہ گئی دنیا غلاموں کا جواب
کوئی لائے بھی کہاں سے پھر جواب مصطفٰےؐ

ثور کی منزل کے غم ہوں یا مدینے کا سفر
ہر قدم صدیقیت ہے ہم رکاب مصطفٰےؐ

جانتا ہوں سخت ہے انصاف کا رستہ مگر
رہ نمائی کو بہت ہے انتخاب مصطفےٰ

مالک لوح و قلم کے مدرسے میں اے رئیسؔ
اعتبار دین و دانش ہے نصاب مصطفےٰ

☆

موسم ہجر سہی آہ رسا تو مانگو
کیسے بسمل ہو تڑپنے کا مزا تو مانگو!

نکہتیں بانٹتے ہیں درد کے چبھتے کانٹے
زخم ہی زخم گلابوں کی فضا تو مانگو

بڑے ہمدرد ہیں بادِ سحری کے جھونکے
مشورہ یہ ہے کوئی موجِ صبا تو مانگو

لو! وہ کعبے سے گھرے آتے ہیں کالے بادل
کوثر جاں کے چھلکنے کی ادا تو مانگو

نامہ شوق رسا ہو کوئی مشکل بھی نہیں
دل کی باتوں کے لئے حرف ونوا تو مانگو

اسکی رحمت کے مدینے سے جواب آئے گا
آخر شب ہے اٹھو آؤ دعا تو مانگو

نزع کے وقت بھی چہرے پہ بہار آجائے
دامن گنبد خضریٰ کی ہوا تو مانگو

چاند تاروں کا بچھونا بہت آسان مگر
میرے سورج کے اُجالوں کی ردا تو مانگو

چاند تاروں کا بچھونا بہت آسان مگر
میرے سورج کے اُجالوں کی ردا تو مانگو

ایسا داتا کہ سوالوں پہ لٹا دے کونین
مانگنے والو کئی بار کہا تو ''مانگو!''

رات کے سخت اندھیروں سے نہ گھبراؤ رئیسؔ
صبح صادق کے تبسم کی ضیا تو مانگو

☆

حیرت کو بھی ''سبز مکانی'' جلوؤں نے حیران کیا
پتھر پتھر پھول بچھائے آگ کا گھر ویران کیا

ٹوٹے پھوٹے لفظوں نے جب نام نبیؐ عنوان کیا
دست کرم اعجاز پہ آئے بخشش کا سامان کیا

کڑوے کسیلے لمحوں میں رس گھول گئی طیبہ کی ہوا
گنبد خضریٰ کی ٹھنڈک نے تازہ مرا ایمان کیا

غارِ حرا کی پاک صدا نے سب دروازے کھول دیئے
دوزخ دوزخ اس دنیا میں جنت کو آسان کیا

دھوپ قیامت کی ہے لیکن سائے سائے رہنا ہے
کالے کالے گیسوؤں والے آقا نے اعلان کیا

میرا سونا میری چاندی پیار بھری وہ ایک نظر!
میں بے چارہ نردھن لیکن رحمت نے دھنوان کیا

ماہ جبینی تو دیکھو سورج کے مقابل ذرّے ہیں
عرش کی قسمت چمکائی دھرتی کو جو عالی شان کیا

پا کے اشارہ اُن آنکھوں کا تن من دھن سب وار دیئے
وہ بھی کیسے لوگ تھے یارو! جو بھی تھا قربان کیا

حرف رئیسؔ شہر سخن کے نعت نبیؐ میں خرچ ہوئے
نعت کی لذت اور بڑھی جب راہ نما قرآن کیا

☆

خریداری کے سارے حق بس اپنے نام رکھّے ہیں
خدا نے نعت گوئی کے انوکھے دام رکھے ہیں

ازل ہی سے تصور باندھ رکھا ہے اُن آنکھوں کا
عجب کیا ہے جو کوثر کے چھلکتے جام رکھّے ہیں

اندھیرے میں فروزاں ہیں مدینے کی تمنّائیں
پلک اندر پلک گویا چراغ شام رکھے ہیں

جبش والے کی پاکیزہ وفاؤں سے کوئی پوچھے!
نبیؐ کے عشق میں آرام ہی آرام رکھے ہیں

زمیں پر وہ محمدؐ ہیں تو احمدؐ آسمانوں میں
محبت کے خدا نے کیسے کیسے نام رکھے ہیں

سوا نیزے کا سورج بھی نظر اپنی جھکالے گا
گھنیرے گیسوؤں والے سے ہم نے کام رکھے ہیں

انھیں چاہو تو ان کا چاہنے والا تمہیں چاہے
مشیت نے اسی چاہت میں سب انعام رکھے ہیں

نبیؐ کا وصف، ماہر کی[1] زباں، زور بیاں میرا
اسی باعث تو لفظوں نے کلیجے تھام رکھے ہیں

فرشتوں میں بھی رائج ہے وظیفہ اسم احمد کا
خدا نے اس وظیفے میں بڑے اکرام رکھے ہیں

☆

[1] مولانا ماہر القادری مرحوم

نوازش پر ہے وہ زہرہ جبینی
کہاں کے حسن، کیسی نازنینی!

وہ جھمکے لامکانی استعارے
غزل اندر غزل سدرہ نشینی

اُجالے رحمتوں کے پھوٹ نکلے
بدن پر کالی کملی جھینی جھینی

یقیں کا نور آڑے آ گیا ہے
حدوں سے بڑھ چلی تھی بے یقینی

حرا کی سمت رکھتا ہوں نگاہیں
مجھے آتی نہیں باریک بینی

میسّر ہے بعنوان شفاعت
گل رحمت کی خوشبو بھینی بھینی

وہ نقش پا مری آنکھوں میں رکھ دو!
مری منزل شفیع المذنبینی

سَوا نیزے کا سورج یاد آیا
مدد یا رحمۃ للعالمینی

امامت خود صداقت آشنا ہے
صداقت جانتی ہے جانشینی

اذاں کے حرف سے کعبے میں جاگی
مرادِ مصطفٰےؐ کی خوش جبینی

رئیسؔ اعجاز ہے سچی نظر کا
عداوت سے محبت آفرینی

☆

ترے اصول سے جو شخص اختلاف کرے
وہ بدنصیب ! خدا ہی اُسے معاف کرے

تری خوشی میں ہے کونین کے خدا کی خوشی
وہ زندگی ہی نہیں جو ترے خلاف کرے

خدا کی طرح اکیلا ہے تو بھی دنیا میں
ورق ورق تری سیرت یہ بات صاف کرے

زمیں کے لوگ ہوں یا آسماں کے باشندے
ہر ایک تیری بڑائی کا اعتراف کرے

بہت سنبھال کے رکھا ہے نقش پا تیرا
قیادتوں کی تمنا مرا طواف کرے

مزے کے سجدے، مزے کا رکوع جو چاہے
ترے خیال کی مسجد میں اعتکاف کرے

ترا کرم کہ غم جاں بھی خوبصورت ہے
حسین جیسے کسی بحر کو زحاف کرے

نبیؐ امّی لقب سے معاملہ میرا
مجال کیا جو کوئی مجھ سے شین قاف کرے

کہیں نگاہ کا سچ بدگماں نہ ہو جائے
رئیس کیسے حقیقت کا انکشاف کرے

☆

نوید ابن مریمؑ ہے مدینہ
کہ زخم جاں کا مرہم ہے مدینہ

فروزاں ہیں بہاروں کے سلیقے
سکون جاں کا موسم ہے مدینہ

گلابوں کی طرح مہکے وہ عارض
شمیم زلف برہم ہے مدینہ

اُجالوں سے بھرے جاتے ہیں دامن
چراغ بزم عالم ہے مدینہ

فرشتے بھی ادب کے ساتھ آئیں
زمیں کا عرش اعظم ہے مدینہ

کرم کے سچّے دریا بہہ رہے ہیں
نوازش ہائے پیہم ہے مدینہ

چھلکتی ہے انوکھی جاں نثاری
جمال دار ارقم ہے مدینہ

دلوں کے سجدے روشن ہو رہے ہیں
وہ قبلہ گاہ عالم ہے مدینہ

نظر نیچی کیے ہیں آندھیاں بھی
کہ بنیادوں سے محکم ہے مدینہ

بس آئینے میں خود کو دیکھتے ہیں
نہ شعلہ ہے نہ شبنم ہے مدینہ

سوا نیزے کے سورج کو بجھا دے
کچھ ایسا اسمِ اعظم ہے مدینہ

مدینے کی سکونت چاہتا ہوں
کہ رحمت سے مجسّم ہے مدینہ

☆

آغاز کو انجام مدینے سے ملا ہے
دنیا! تجھے آرام مدینے سے ملا ہے

کونین کی تزئین مدینے سے ہوئی ہے
تہذیب کا انعام مدینے سے ملا ہے

اسلام کی تاریخ پرانی سہی لیکن
سچ یہ ہے کہ اسلام مدینے سے ملا ہے

مانند حرم ہے مجھے ہر گوشہ کونین
رحمت کا وہ احرام مدینے سے ملا ہے

خضریٰ کے تصور میں بہاراں ہیں شب و روز
لطف سحر و شام مدینے سے ملا ہے

شب تاب ہوا جاتا ہے آنسو سر مژگاں
یا گوہر بے دام مدینے سے ملا ہے

سوچے ہیں محبت سے مجھے کوثر و تسنیم
وہ نشّہ بے جام مدینے سے ملا ہے

تخصیص کے پہلو نکل آئیں تو عجب کیا
اک سلسلۂ عام مدینے سے ملا ہے

مجھ کو سگِ طیبہ بھی کہا جائے تو خوش ہوں
سمجھوں گا کہ یہ نام مدینے سے ملا ہے

آنکھوں سے چھلکتی ہے تمنائے حضوری
جیسے کوئی پیغام مدینے سے ملا ہے

حسانؓ کی تقلید میں رحمت کا قصیدہ!
گویا مجھے یہ کام مدینے سے ملا ہے

☆

کوہ صفا پہ تو نے جو نام خدا لیا
جاہل چچا نے ہاتھ میں پتھر اٹھا لیا

مانا کہ تو یتیم تھا تنہا بھی تھا مگر
کاندھوں پہ بوجھ سارے جہاں کا اٹھالیا

جس ذرۂ زمیں نے ترے پاؤں چھو لئے
چھوٹے سے قد کو عرش بریں تک بڑھالیا

تیرے کرم کی چھاؤں میں سب کو اماں ملی
دشمن بھی آ گئے تو گلے سے لگا لیا

آنسو جو تیری یاد میں آنکھوں سے گر پڑا
موتی کی طرح شان کرم نے اٹھا لیا

ہر حال میں شریک ہے بس تیرا اسم پاک
سب نے غریب جان کے دامن چھڑا لیا

ہجرت کے راستے ہوں کہ طوفان ارتداد
صدیقیت نے بار رسالت اٹھا لیا

بیٹا مرا بتائے گا میری عبا کا بھید
یہ کہہ کے اک خطیب نے سر کو جھکا لیا

رنگین ہو گئے فسیکفیکھم کے حرف
عثمانؓ کے لہو سے جو رنگ وفا لیا

شیر خدا کی شان شجاعت تو دیکھئے
خیبر کا قلعہ پاؤں کی ٹھوکر بنا لیا

آسودگی نہ پوچھئے نعت نبیؐ کے بعد
جیسے قلم نے گوہر مقصود پا لیا

صل علی کی گونج چمن میں روش روش
مہکے ہیں جب گلاب تو نام آپ کا لیا

منبر نشینیوں کا شرف کچھ نہ پوچھئے
کوتاہ قد ہیں نعت میں افکار عالیا

میر عربؐ کی سچی غلامی کا معجزہ
جھوٹی غلامیوں سے خدا نے بچالیا

حیرت نہیں جو رحمت یزداں نواز دے
تم نے رئیسؔ نعت کو شیوہ بنالیا

☆

ثنائے احمدؐ کی وسعتوں میں یہ کس طرف کو نکل گیا میں
رہا جو پیچھے تو نقص دیکھا بڑھا جو آگے تو جل گیا میں

لبوں پہ جاگا وہ اسم اعظم کہ سحر ٹوٹا حصار جاں کا
اُسی کی رحمت کے معجزے ہیں کہ سر سے پا تک بدل گیا میں

مرے تصور میں تیرے قرباں کرم کے یوں بھی ہوئے ہیں ساماں
کہ آستان نبیؐ پہ اکثر سلام کو سر کے بل گیا میں

زمیں کے عرش عُلا کو دیکھا کہ خود شہ انبیا کو دیکھا
روایتوں تک جو فکر پہونچی خوشی سے بانسوں اُچھل گیا میں

حساب کے غم ستا رہے تھے گناہ آنکھیں دکھا رہے تھے
شفیع محشر نظر جو آئے پکڑ کے دامن مچل گیا میں

میں نام لیتا ہوں جب نبیؐ کا چراغ جلتا نہیں کسی کا
بس ایک ذرہ ہوں اُس گلی کا ہزار سورج نگل گیا میں

جو رہ نما وہ اُصول ٹھہرے تو چاند تارے بھی دھول ٹھہرے
مکان کیا ہے کہ لامکاں تک مدینے ہو کر نکل گیا میں

ازل سے قسمت کا میں دھنی تھا اسی بھروسے پہ دل غنی تھا
وہ چشم رحمت ہی کام آئی جو لے کے فرد عمل گیا میں

جو ذکر طیبہ سے آنکھ دھوئی سجی لبوں پر قصیدہ گوئی!
سخن سخن ہے وہ پاک چہرہ فراق میں بھی بہل گیا میں

رئیسؔ غربت میں اور یہ ساماں کہ سبز گنبد ہے منزل جاں
جب آئے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے تو گرتے گرتے سنبھل گیا میں

☆

ہم اپنے کاندھوں پہ بارگراں اٹھاتے ہیں
زمیں پہ رہتے ہیں اور آسماں اٹھاتے ہیں

اشارے نعت کے ایمان والا سمجھے گا
"زباں کا لطف کہیں بے زباں اٹھاتے ہیں"

کہاں چلی گئی بازار مصر کی گرمی!
یہ کون آیا کہ آزر دکاں اٹھاتے ہیں

ہم اپنی ذات کا غم بھی اُٹھا نہیں پاتے
مگر وہ ہیں کہ غمِ دو جہاں اٹھاتے ہیں

بھلائے بیٹھے ہیں مغرب کی بارشوں کا عذاب
عقیدتوں کا جو بے چھت مکاں اٹھاتے ہیں

جھمکنے لگتا ہے وہ آستاں نگاہوں میں
سوال سجدوں کا جب آستاں اٹھاتے ہیں

نبیؐ کے عشق کا سرمایہ جن کے پاس نہیں
سُنا لحد میں بڑی سختیاں اٹھاتے ہیں

عجب نہیں وہ سرِ حشر سرفراز کرے
ہمارے ناز شہِ انس وجاں اٹھاتے ہیں

رئیس ہی سہی لیکن فقیرِ طیبہ ہوں
وہ جانتے نہیں جو انگلیاں اٹھاتے ہیں

☆

دل نشیں آگئے جانفزا آگئے
دونوں عالم کے درد آشنا آگئے

چہرے مُہرے سے اپنی مثال آپ ہیں
یعنی یکتائے ہردوسرا آگئے

سچی تصویر آنکھوں کو آساں ہوئی
حق نگاری کا وہ سلسلا آگئے

چڑھتے سورج کی تاریخ کجلا گئی
فہم تک معنیٔ والضحیٰ آ گئے

سب قصیدے اُنہی کی طرف موڑ دو!
وہ سزاوار مدح وثنا آ گئے

معتبر ہو گئے بندگی کے ہُنر
عبد ومعبود کا رابطہ آ گئے

آپ کا اسم اعظم وظیفہ کیا
اور قبضے میں ارض وسما آ گئے

"سارے موسم کے زہر آسماں پی گیا
جب مدینے میں خیر الوریٰ آ گئے"

جب بھی پوچھے گئے منزلوں کے نشاں
میری آنکھوں میں وہ نقشِ پا آگئے

اے رئیسؔ آپ ہیں مدح خوانِ نبیؐ
تذکرے میں جو نام خدا آگئے

☆

رحمت کے اُجالے کم بھی نہیں مانا کہ اندھیرا کافی ہے
بس نام نبی کے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کافی ہے

عصیاں کی فروزاں تحریریں بے چین تو رکھتی ہیں لیکن
احساس ندامت زندہ ہے آنکھوں کا چھلکنا کافی ہے

بیماریٔ ہجراں سخت مگر وہ نازش ابن مریمؑ ہیں
مردے کو بھی جی اٹھنے کے لئے بس ایک اشارا کافی ہے

اے نام محمد صلِّ علیٰ ہجرت میں بھی لذت کم تو نہیں
ہر شام چراغاں کرنے کو طیبہ کی تمنا کافی ہے

بیکار نکیرین اُلجھے ہیں مجھ کو نہ سہی انھیں جانتے ہیں
میں نام و نسب کیا ذکر کروں اُن کا ہوں بس اتنا کافی ہے

وہ سرورِ انس و جاں ہیں انھیں سب شافعِ محشر کہتے ہیں
"محشر میں گنہ گاروں کے لئے بس اُن کا سہارا کافی ہے"

روشن جو ہوئی بزمِ ہستی اعجاز ہے صبحِ صادق کا
انساں کی بلندی لکھنے کو اب بھی شبِ اسریٰ کافی ہے

قبضے میں سہی تاروں کا جہاں تاروں سے بھی آگے کوئی نظر
اے چاند پہ جانے والو تمہیں بس ایک حوالا کافی ہے

اس عہد کی روشن آنکھوں کو توفیق ذرا سی مل جاتی
نظارۂ ذاتِ حق کے لئے وہ آئینہ سیما کافی ہے

صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ سیرت ہیں رسولِ عربیؐ کی
چاروں کی محبت دین مرا میرے لئے اتنا کافی ہے

لفظوں کا ذخیرہ ختم ہوا تخئیل کے دریا سوکھ گئے
توصیفِ نبیؐ میں سارا ہُنر ناکافی تھا ناکافی ہے

☆

سب حسینوں کا حسیں کیا پوچھنا
وہ مرا روشن جبیں کیا پوچھنا

دم بخود ہے آسمانوں کا جمال
رحمتوں والی زمیں کیا پوچھنا

بورئیے پر ہاتھ کا تکیہ سجا
عرش کے مسند نشین کیا پوچھنا

اسم اعظم ٹوٹے دل کی آبرو
میری کٹیا کا مکیں کیا پوچھنا

خوبصورت ہوگئے منظر تمام
ذکر ختم المرسلیں کیا پوچھنا

ٹھوکروں میں تاجداری کے ہنر
اور غذا نانِ جویں کیا پوچھنا

کس طرح مفہوم ہو اُس کا جواب
کوئی ثانی ہی نہیں کیا پوچھنا

سیرت وصورت سوالوں سے پرے
پڑھ لو قرآن مبیں کیا پوچھنا

صحنِ گلشن میں گلابوں کا ہجوم
سیرتِ حُسن یقیں کیا پوچھنا

وہ جو چاہیں میں وہی چاہوں رئیسؔ
میرا فرض اوّلیں کیا پوچھنا!

☆

قصّہ کوثر کا جو دُہراتا ہے پیاسا اُن کا
سوکھے ہونٹوں سے لپٹ جاتا ہے دریا اُن کا

حسن یوسفؑ ، دم عیسیٰ ، ید بیضائے کلیم
سب کی تشریح کرے ہے رُخ زیبا اُن کا

ہر بلندی مجھے نیچی ہی نظر آتی ہے
جب سے آنکھوں میں سمایا قد بالا اُن کا

فرض ہے حشر کے سورج پہ عقیدت کا خراج
میں گنہ گار مگر سر پہ ہے سایا اُن کا

فرش سے عرش کا رستہ ہے بہت سہل مگر
رہ نمائی جو کرے نقشِ کفِ پا اُن کا

جب بھی ڈھونڈے گئے دنیا میں قیادت کے نشاں
سرِ فہرست رہا ہے گنبدِ خضریٰ اُن کا

سامنے آئے تو پتھر کا جگر پانی ہو
یوں تو ریشم کی طرح نرم ہے لہجہ اُن کا

چاند تاروں سے بہت آگے رسائی اُن کی
زینتِ عرشِ بریں نقشِ کفِ پا اُن کا

کوئی اُن جیسا نہ آیا ہے نہ آئے گا کبھی
میں نے قرآن میں دیکھا ہے سراپا اُن کا

حرف تصدیق نے تاریخ رفاقت جو لکھی
گھر کی ہر چیز پہ ثابت ہوا قبضہ اُن کا

خوشبو ایمان کی بکھرا گئیں کافر غزلیں
نام نامی لب شاعر پہ جو مہکا اُن کا

☆

جنوں جنوں راستہ ملا ہے خرد خرد رہ بری ہوئی ہے
جمالِ خضریٰ ہے منزلِ جاں کہ زندگی زندگی ہوئی ہے

وہ اسمِ اعظم سجا لبوں پر تو ظلمتوں کا حصار ٹوٹا
مرے گناہوں کی شوخیاں ہیں کہ حشر تک روشنی ہوئی ہے

کرامتوں کی وضاحتیں ہیں نوازشیں ہیں عنایتیں ہیں
اشارتیں میں سمجھ رہا ہوں وہ آنکھ میری پڑھی ہوئی ہے

انوکھی سلطانیوں کا عالم مہینوں گھر سے دھواں نہ اٹھا
نثار ایسی بلندیوں کے کہ فقر میں خسروی ہوئی ہے

یہ جھوٹے تاجر! خدا سمجھ دے، ہماری قیمت لگا رہے ہیں
انھیں خبر کیا کہ ہم بکے ہیں ہماری جاں تک بکی ہوئی ہے

زباں زباں ذائقہ سخن کا سخن سخن چاندنی کرم کی
نبیؐ وحدت کو پڑھ رہا ہوں کتاب رحمت کھلی ہوئی ہے

خیال سچی حضوریوں کا رئیس اترائے جا رہے ہیں
بجا غرور اُن کی شفقتوں پر نگاہ لیکن جھکی ہوئی ہے

☆

کھلی چھت کے نیچے بچھونا زمیں کا
نظر ہو تو دیکھو محل شاہ دیں کا

اُنھیں کیا جو آنکھیں بُجھائے ہوئے ہیں
مکاں آئینہ ہو رہا ہے مکیں کا

کسی راگ سے جی بہلتا نہیں ہے
میں پہچانتا ہوں مزہ بھیرویں کا

مکاں سے اُجالا ہوا لامکاں تک
تصوّر جو باندھا ہے روشن جبیں کا

مدینے کا صحرا مبارک ہو لیکن
گریباں سے رشتہ رہے آستیں کا

فروغ تجلّی سے پر جل نہ جائیں
وہ دامن بچا جانا سدرہ نشیں کا

اندھیروں سے کہہ دو نگاہیں جھکالیں
اُجالا اترتا ہے عرش بریں کا

ندامت کے آنسو زباں کاٹیں لیکن
نہیں ہے وہاں شائبہ بھی ''نہیں'' کا

نہ راس آئیں گے مجھ کو سونے کے لقمے
بہت ہے بس اک ٹکڑا نانِ جویں کا

مخالف، مگر نقدِ جاں لے کے آئے
کرشمہ تو دیکھو رسولؐ امیں کا

رئیسؔ ایک مصرع بھی نعتِ نبیؐ میں
ہے سرمایۂ حشر میرے یقیں کا

☆

کرلو نبیؐ کے عشق کا سودا کسی طرح
اس کاروبار میں نہیں گھاٹا کسی طرح

جی چاہتا ہے جا کے مدینے میں پڑ رہوں
دنیا سے چھوٹ جائے جو پیچھا کسی طرح

شادابیوں سے وادیٔ جاں معتبر کروں
آنکھوں میں رکھ لوں گنبدِ خضریٰ کسی طرح

کعبے کی عظمتوں سے ذرا ہٹ کے سوچئے
مکّے سے کم نہیں ہے مدینا کسی طرح

وہ نقش پا جو رستے سے مجھ کو لگا گئے
بے راہ کر نہ پائی یہ دنیا کسی طرح

جب تک جھکاؤ دل کا نبی کی طرف نہ ہو
پورا نہ ہوگا کوئی بھی سجدہ کسی طرح

بے چین کر رہی ہے، زیارت کی آرزو
ہو ختم زندگی کا جھمیلا کسی طرح

رکھّی خدا نے اس لئے لذت درود میں
بہلے فراق میں دل شیدا کسی طرح

کشتی کو آگ ہم بھی لگا دیتے اے رئیسؔ
کرتے جو پار ہجر کا دریا کسی طرح

☆

شاعری لغت کے سانچے میں جو ڈھالی جائے
کیسے ممکن ہے مری تازہ خیالی جائے

عین ممکن کہ اندھیروں میں بھی ٹھوکر نہ لگے
آؤ اُس نقش کفِ پا سے ضیالی جائے

صبح صادق کہ فروزاں ہے ہمایوں ساعت
کیوں نہ کونین کی تقدیر اُجالی جائے

بڑھے اس طرح بصارت کہ بصیرت مہکے
خاکِ طیبہ کی جو آنکھوں سے لگالی جائے

حشر کی دھوپ بھی منہ دیکھ کے رہ جائے گی
نہرِ رحمت سے اگر پیاس بجھالی جائے

اس غریبی میں بھی آئے گا جوابِ رحمت
درِ دولت پہ سلاموں کی جو ڈالی جائے

کھولے بیٹھے ہیں جو وہ بابِ کرم پچھلے پہر
ہاتھ خالی نہ کہیں اُن کا سوالی جائے

داورِ حشر! سرِ حشر گڑا جاتا ہوں
بس مری فردِ عمل اُنؐ سے چھپالی جائے

بار یابی کو تصور ہی ذریعہ کیجئے
ذہن سے کچھ تو غم بے پروبالی جائے

"پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر"
کیا ضروری ہے کہ تلوار اٹھالی جائے

شرم کے آنسو جو کام آئیں تو حیرت بھی نہیں
آبرو عشق کی رو دھو کے بچالی جائے

آخر شب مری آنکھوں سے وہ بارش ہو رئیس
موتیوں کی طرح ہر بوند اٹھالی جائے

☆

پیاسے رہو گے ساقیؐ کوثر کو چھوڑ کے
پی جاؤ چاہے سات سمندر نچوڑ کے

اس شان سے کھلا ہے وہ دروازہ کرم
کٹ جائیں ہاتھ مانگوں جو دامن سکوڑ کے

وہ تو کہو نصیب سے وہ آڑے آ گئے
رکھ دی تھی ساری فردِ عمل میں نے گوڑ کے

تاریکیوں میں گونج اٹھی صبح کی اذاں
جیسے جگا دیا ہو کسی نے جھنجوڑ کے

حرفِ کرم پہ آپڑا تحریر کا کمال
شرمندگی لکھی تھی جگہ چھوڑ چھوڑ کے

تقدیر ساتھ دے تو وہیں جا کے پڑ رہوں
جھوٹے بدن کا سچا علاقہ بھی چھوڑ کے

کتنا بلند ہو گیا مٹی کا آدمی
رشتہ رسولِ پاک کے قدموں سے جوڑ کے

پیارے نبیؐ کے ذکر کی توفیق دیکھنا!
جی چاہتا ہے رکھ دوں کلیجہ نچوڑ کے

خلد بریں سلام کو آئے عجب نہیں
چوکھٹ پہ اُن کی بیٹھ گئے پاؤں توڑ کے

ہر شخص کو گلے سے لگانا مزاج ہے
قائل نہیں رئیسؔ کسی توڑ پھوڑ کے

☆

باغِ عالم میں بہاراں مصطفےٰ کا فیض ہے
یہ جہانِ رنگ و بو صلِّ علیٰ کا فیض ہے

حضرت موسیٰؑ کی خواہش ابنِ مریمؑ کی نوید
دونوں عالم میں براھیمی دعا کا فیض ہے

گنبدِ خضریٰ نے کشتِ جاں کو دیں شادابیاں
رحمتوں کی بارشیں عرشِ عُلا کا فیض ہے

راہیوں کی سمت خود بڑھتا ہے منزل کا نشاں
رہ نمائے دو جہاں کے نقشِ پا کا فیض ہے

کہکشاں کی آبرو خیرات پائے ناز کی
مسکراہٹ چاند کی شمع حرا کا فیض ہے

وہ ازل کی گفتگو ہو یا ابد کا تذکرہ
انتہا کی برکتیں ہیں ابتدا کا فیض ہے

حضرت عیسیٰؑ سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے بعد
"مصطفٰے کا فیض تھا اور مصطفٰے کا فیض ہے"

آج بھی مفہوم ہے حرف رفاقت ثور سے
اب بھی جاری ثانی اثنین اِذ ھما کا فیض ہے

صدق کی تابانیوں سے عدل روشن ہو گیا
نور والے کی نگاہ کیمیا کا فیض ہے

بیت مقدس کے سفر میں خادم و مخدوم ہیں
اور غلامیٔ شہ ہر دوسراؐ کا فیض ہے

وہ نہیں تو بے مزہ اللہ کے گھر کا طواف
یہ انوکھا قول عشق مصطفےٰ کا فیض ہے

بئر رومہ کی خریداری خدا کی راہ میں
مصطفےٰ کے نام پر جان سخا کا فیض ہے

زندگی میں نیند ایسی پھر کبھی آئی نہیں
ہو نہ ہو آرامگاہ مصطفےٰ کا فیض ہے

سارے مرحب سر جھکائے ہیں ہمارے سامنے
اور یہ بازوئے خیبر آشنا کا فیض ہے

نعت کی توفیق ہم جیسے غریبوں کو رئیسؔ
سچ تو یہ ہے ماہرؔ[1] حرف ونوا کا فیض ہے

☆

[1] مولانا ماہر القادری مرحوم

کس طرح تصویر ہو دل کا تقاضا کیا کریں
کیسے لکھیں اُس کی رحمت کا قصیدہ کیا کریں

نعت کی تاریخ لکھی اعتراف عجز نے
لفظ ملتے ہی نہیں شرح تمنّا کیا کریں

ذوق سجدہ کے لئے وہ نقش پا کچھ کم نہیں
اے چڑھے سورج تجھے ہم اپنا قبلہ کیا کریں

بھیج دی ہے رحمتوں کو حاضری کی آرزو
ہم فقیران نبی اس سے زیادہ کیا کریں

قبر کی تاریکیوں کا ایسا دھڑکا لگ گیا
چار دن کی زندگی کا منہ اُجالا کیا کریں

عبدیت کے استعارے عرش کی جانب مُڑے
"جب خدائی میں نہ دیکھیں ایسا بندہ کیا کریں"

جو چمکتا ہے وہ سونا ہو ضروری تو نہیں!
مغربی تہذیب سے ہم استفادہ کیا کریں!

☆

نعت گوئی نے بنایا شہر یاروں کی طرح
لفظ ہیں نوکِ زباں خدمت گذاروں کی طرح

کون ہوگا بولتے قرآں کے پاروں کی طرح
"چاند ہیں صلِّ علیٰ اصحاب تاروں کی طرح"

اُن کے پائے ناز کے سچے نشانوں کا مزاج
عرشِ اعظم کے مقدس استعاروں کی طرح

جیسے موضوعِ سخن ہو سبز گنبد کا جمال
زندگی لفظوں میں ہے زہرہ نگاروں کی طرح

موسموں کی شوخیاں کچھ بھی نہیں اُن کے بغیر
وہ نہ ہوں تو پھول بھی چبھتے ہیں خاروں کی طرح

صبحِ صادق کا اُجالا روشنی کونین کی
پڑ گئی دنیا میں رحمت کے اشاروں کی طرح

لب کشائی یا برستے ہیں نوازش کے گلاب
وہ تبسم خلد کی دلکش بہاروں کی طرح

سرورؐ امی لقب کی پاک سیرت کے ورق
روشنی رکھتے ہیں روشن چاند تاروں کی طرح

غیر کی تحقیق بھی شان رسالت کی گواہ
مٹھیوں میں کلمہ پڑھتے سنگپاروں کی طرح

عین ممکن ہے کہ آجائے مدینے سے جواب
رات پھر آواز دی ہے غم کے ماروں کی طرح

ہاتھ اُٹھے ہیں دعا کو گالیوں کی بھیڑ میں
جان کے دشمن سے بھی برتاؤ یاروں کی طرح

آج بھی رکھتے ہیں زد پر ہم غریبوں کا وجود
رحمتوں کے سب ذریعے آبشاروں کی طرح

جسم پر بوسیدہ کپڑے بھوک سے چہرہ نڈھال
اور درباروں میں پہونچے تاجداروں کی طرح

وہ صحابی ہوں، ولی ہوں، قطب ہوں ابدال ہوں
فضل میں کوئی نہیں ہے چار یاروںؓ کی طرح

بوقحافہؓ کا پسر صدیقیت کا آفتاب
صدق کی تابانیاں ہیں شاہ کاروں کی طرح

دیدنی ہے آج بھی خطّاب زادےؓ کا کمال
ساریہؓ کی ہوشیاری ہوشیاروں کی طرح

دو چراغوں کا اُجالا ایک گھر کی آبرو
کیوں نہ ہو عثمانؓ کا گھر روشن مناروں کی طرح

کس نے پایا مصطفٰے کے پاک بستر کا شرف
شیر ہوکر کون سویا جان نثاروں کی طرح

رات کے پچھلے پہر نعت نبیؐ میں اے رئیسؔ
فکر کی سرگوشیاں شب زندہ داروں کی طرح

☆

سب زمیں روشن ہوئی سب آسماں روشن ہوئے
دم قدم اُس نور کا سارے جہاں روشن ہوئے

آخرش کس نے اُلٹ دی روئے تاباں سے نقاب
کون آیا راز ہائے کن فکاں روشن ہوئے

کہکشاں نے دلکشی پائی بعنوان جمال!
یا کسی کے پاک قدموں کے نشاں روشن ہوئے

کس طرح مفہوم ہوں اُن کی نہایت کے حدود
سچ تو یہ ہے وہ کراں سے تا کراں روشن ہوئے

کاروبارِ آخرت میں حرفِ رحمت کے طفیل
اہلِ بینش کے لئے سود و زیاں روشن ہوئے

آڑے آیا اس جہاں میں ایک سجدے کا مزاج
خوش جبینوں کے لئے جب آستاں روشن ہوئے

ظلمتوں کے دیس میں بھی صبحِ صادق کی قسم
وہ تبسم کام آیا این و آں روشن ہوئے

صدق بھی ہے عدل بھی ہے حلم بھی ہے فقر بھی
نسبتیں جاگیں تو چاروں خانداں روشن ہوئے

تذکرے میں آگئے نام خدا ہم بھی رئیسؔ!
نعت کے صدقے میں جب لفظ و بیاں روشن ہوئے

☆

نعت لکھئے مالک لوح و قلم کے نام سے
حمد چھلکے بادۂ حُبّ نبی کے جام سے

نور پاشی کے لئے جاگا حرا کا آفتاب
صبح صادق کی تمنا جب بھی اُلجھی شام سے

دامن شاہِؐ امم ہاتھوں سے چھوٹا جائے ہے
بے خبر رہتے نہیں آغاز کے انجام سے

ہم غلامان نبی سے چھیڑ کچھ اچھی نہیں
کوئی جاؤ جا کے کہہ دو گردش ایام سے

رحمتوں والے کی نگہ لطف کے قابل تو ہو!
ہم شکایت بھی نہیں کرتے دل ناکام سے

ریشمی ملبوس کی جادونگاری پر نہ جا!
ہم مسلمانوں کی ساری عزتیں اسلام سے

وہ رخ زیبا سبب دیوانگی کا ہے تو پھر
قبر میں سوئیں گے دیوانے بڑے آرام سے

دیکھنا! صدیقؓ زادی کے مکان کی رفعتیں
سبز گنبد بڑھ رہا ہے چرخ نیلی فام سے

ثانی اثنین اِذ ھما فی الغار قرآں نے کہا
ثور کی تاریخ روشن ہے اسی اکرام سے

قتل کی تحریک اور ختم نبوت پر نگاہ
کون واقف تھا مگر اللہ کے انعام سے

طوف کعبہ بے مزہ ہے جان رحمت کے بغیر
وہ نہیں تو کچھ نہ ہوگا جامہ ٔ احرام سے

اک زمانہ ہوگیا ہے فتح خیبر کو مگر
سارے مرحب آج بھی ہیں لرزہ براندام سے

نعتیہ فکر سخن اور میرؔ صاحب کی زباں!
لوگ واقف ہیں رئیس الشاکری کے نام سے

☆

ہر ایک شام قرینے کی شام ہو جائے
اگر نصیب مدینے کی شام ہو جائے

رئیسؔ ہجر کا جینا بھی کوئی جینا ہے
یہی ہے جینا تو جینے کی شام ہو جائے

قصیدہ ساقیٔ کوثر کا اس طرح پڑھیے
کہ صبح حشر بھی پینے کی شام ہو جائے

کر دو وہ اسم وظیفہ تو موج طوفاں کیا
سحر کی طرح سفینے کی شام ہو جائے

سحر خلوص کی آنکھوں کو روشنی دے گی
مگر یہ شرط ہے کینے کی شام ہو جائے

وہاں کے چاند ستاروں کا پوچھنا ہی کیا
جب ایک ذرّہ نگینے کی شام ہو جائے

چراغ قبر کا بھی انتظام ہو نہ سکا!
رئیس ایسے خزینے کی شام ہو جائے

☆

طریقہ رحمتِؐ عالم کا عام ہو جائے
تو دنیا آج بھی دارالسلام ہو جائے

عرب کے صحرا کی وحشت سے کام ہو جائے
جہان ہوش و خرد نیک نام ہو جائے

غرور سارے اُجالوں کا ٹوٹ سکتا ہے
نظر جو واقف نور تمام ہو جائے

یہ خیر و شر کا زمانہ بھی کیا زمانہ ہے
سحر طلوع نہ ہو اور شام ہو جائے

کسی کے آگے مرے ہاتھ پھیلتے ہی نہیں
تو غیب ہی سے کوئی انتظام ہو جائے

وہ پاک اسم لبوں پر تو تندیٔ نالے کیا
سمندروں میں بھی کشتی کا نام ہو جائے

رئیسؔ نعت کا موضوع کوئی سہل نہیں
کمال سارے سخن کا تمام ہو جائے

☆

درود اس طرح پڑھئے بزمِ کوثر بار ہو جائے
مئے توحید چھلکے زندگی سرشار ہو جائے

نبیؐ کا عشق سینے میں اگر بیدار ہو جائے
مسلماں پھر حریفِ ثابت وسیّار ہو جائے

گلابوں کی سکونت اور چمن پر بار ہو جائے!
''ہوائیں پھر مخالف ہیں کرم سرکارؐ ہو جائے''

لبوں پر گیسوؤں والے کا اسم پاک تو سجئے!
سوا نیزے کا سورج سایہ ٔ دیوار ہو جائے

مرا حرف ثنا امّی لقب کی نعت کے صدقے
غزل کے قافلے کا قافلہ سالار ہو جائے

ذریعہ رحمتوں کا بن گئی ہے ناؤ کاغذ کی
عجب کیا ہے جو ساحل کی طرح منجدھار ہو جائے

انوکھی شان رکھتے ہیں براہیمی دعا والے
اگر چاہیں تو شعلہ بھی گل گلزار ہو جائے

شرف ان کی غلامی کا جو رکھتے ہو تو شاہی کیا
خزانہ گھر میں ہو اور آدمی نادار ہو جائے

کرے تحریک جب فکر رسا کو طائر سدرہ
صدا نوک قلم کی نازش منقار ہو جائے

طلوع صبح صادق کے اجالوں کا تقاضا ہے
جہان آب وگل حسن کرم آثار ہو جائے

مشیّت چاہتی ہے داغ چہرے کے نظر آئیں
اُسے بھیجا کہ دنیا آئینہ بردار ہو جائے

نبیؐ کی پیروی کے نور سے آنکھیں کرو روشن
رُخِ انسانیت آئینۂ ایثار ہو جائے

جگو لیجئے نظر میں گنبد خضریٰ کی شادابی
جواب باغ رضواں وادیٔ پُر خار ہو جائے

میسّر آئیں کثرت کو جو وحدت کے تماشائی
غم توحید حسن حلقہ ٔ زنّار ہو جائے

جسے آنکھیں دکھاتی ہے جوانی بادِ صرصر کی
وہی ٹہنی گلابوں کی اگر تلوار ہو جائے

کوئی یہ فیصلہ کر کے چلا ہے دارِ ارقم سے
اذاں کعبے میں ہو سارا جہاں بیدار ہو جائے

غلامانِ رسولِ ہاشمی پھر ایک ہو جاتے
عمل کا کوئی ایسا لائحہ تیّار ہو جائے

مجھے بھی راس آجائے قرن کے پھول کی خوشبو
حبش والے کی صورت مجھ کو بھی آزار ہو جائے

☆

زمیں پر آسمانوں کے مقدس استعارے ہیں
کہ میرے مصطفےؐ قرآن ہیں اصحاب پارے ہیں

اندھیرے شرم سے گردن جھکائے ہیں تو حیرت کیا
خدا رکھے بہت روشن ہدایت کے ستارے ہیں

اخوت کے ہنر تعلیم فرمائے عداوت کو
مرے امّیؐ لقب نے علم کے گیسو سنوارے ہیں

حرا کی آیتوں سے ارتقاء کی منزلیں روشن
فروغ کہکشاں کے حسن فاراں کے اشارے ہیں

بہت ہیں رہبری کو زندگی کی سخت راہوں میں
جو دن شعب ابی طالب میں آقاؐ نے گزارے ہیں

انوکھی شان رکھتے ہیں نبی کے چاہنے والے
سلیقہ ہے شریعت کا محبت کے نظارے ہیں

مزے کی ہیں شفیع المذنبین کی ادائیں بھی
ادھر اشکوں کا دریا ہے ادھر کوثر کے دھارے ہیں

اجالے بانٹتے ہیں نقش پائے مصطفےٰؐ کیا کیا
مہ و انجم ادب سے آج بھی دامن پسارے ہیں

کمال صدق، شان عدل، جو ادی ، ید اللّٰہی
نبی کے دین کی عظمت کے یہ روشن منارے ہیں

ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ اور ابنؓ ابی طالب
خوشا قسمت ہم اِن چاروں کے یہ چاروں ہمارے ہیں

"مدینہ[1] یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے"
یہ لگتا ہے بلندی پر مقدر کے ستارے ہیں

عجب کیا شاکرؔی صاحب جو سامانِ حضوری ہو
غم دل نے شبِ آخر عریضے تو گزارے ہیں

☆

[1] مولانا ماہر القادری

ہر قدم پر دیدنی تھا آزمائش کا وقار
منزل صبر ورضا تھی رہرو کردار تھا

ذرّے ذرّے میں فروزاں اب بھی اسکی تابشیں
گویا صحرا کے لئے وہ ابر گوہر بار تھا

خیر سے روشن چراغوں کی لویں کام آگئیں
''خاک کا اتنا چمک جانا بڑا دشوار تھا''

حشر کے جلتے ہوئے سورج سے کہہ دینا رئیسؔ
چلچلاتی دھوپ میں وہ سایۂ دیوار تھا!

☆

صبح کی سچائیاں تھیں شام کا دربار تھا
تذکرے میں ہاشمی تاریخ کا کردار تھا

ہاشمی پھولوں کے پاکیزہ حوالوں کا خلوص
کربلا گلزار تھی وہ بلبل گلزار تھا

اُس کا منہ حسرت سے تکتی رہ گئی نہر فرات
پیاس کی شدت میں بھی موج کرم آثار تھا

کون کہتا ہے کہ دشت کربلا میں پیاس تھی
پینے والوں کے لئے وہ میکدہ بردار تھا

پھر درخت غم کی شاخوں پر جوانی آگئی
زخم جاں کا آنسوؤں سے رات وہ معیار تھا

مسجد نبوی میں سجدوں کی طوالت کا سبب
نازش کون ومکاں کے دوش کا اسوار تھا

جنت الفردوس کے پھولوں کی خوشبو اے رئیسؔ
دشت غم کا گوشہ گوشہ مصر کا بازار تھا

☆

وہ خطِّ مستقیم نگاہ بشر میں ہے
کوسوں کا فاصلہ جو ابھی خیر و شر میں ہے

جب سے متاعِ ذہن ہوئی کربلا کی شام
شامل کسی کے خون کی رنگت سحر میں ہے

وہ پاک اسم اور غزل کی زبان میں
آخر کھلا کہ فائدہ عرضِ ہُنر میں ہے

کرتا ہوں نظم شبّر و شبیرؓ کا جمال
گویا تتمہ ٔ بشریّت نظر میں ہے

زلف دراز کا کوئی میں ہی نہیں اسیر
دنیا حسینیت کے مہکتے اثر میں ہے

آنکھوں میں کُھب کے رہ گیا اسلام کا مزاج
"درس حسینؓ جب سے ہماری نظر میں ہے"

اب چارہ گر سے کہتے حجاب آئے گا رئیسؔ
تکلیف پردہ داری کی زخم جگر میں ہے

☆

آج پھر بہر تماشا مہ و اختر نکلے
آبلہ پائی کو جیسے پری پیکر نکلے

کربلا والوں کو موضوع سخن تو کیجئے
پیاس کی بات چلے قصہ کوثر نکلے

زخم وہ زخم جو بن جائے تبسّم کی دلیل
تیر وہ تیر کلیجے سے جو ہو کر نکلے

قابل دید ہے جنت کے جوانوں کا شباب
دشت کی سیر کو سنتے ہیں بہتّر نکلے

منزل جاں کی تمنا نے بڑا ساتھ دیا
اور ہمدرد رہ شوق کے پتھر نکلے

سوکھے ہونٹوں کے قبیلے کی قیادت کا مزاج
جیسے ہاتھوں میں لئے کوئی سمندر نکلے

ابھی تھک ہار کے سوئے ہیں نبوت کے گلاب
کہو باد سحری سے کہ سنبھل کر نکلے

سانحوں کی بڑی تاریخ ہے لیکن اے رئیسؔ
روز عاشور مہ و مہر بھی ششدر نکلے

☆☆☆

دارالعلوم ندوۃ العلما کے کتب خانہ شبلی سے مستفید ہونے کے سلسلے میں مولانا رئیس الشاکری سے شناسائی ہوئی، ان کی عالمانہ بصیرت کے علاوہ دوسری خصوصیات سے عرصے تک ناواقف رہا۔ کچھ عرصہ قبل ایک نشست میں لن کے کلام کو سننے کے بعد ان کے مجموعۂ کلام ''پایاب'' کی ورق گردانی کا موقع ملا تو اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ موصوف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک قادرالکلام سخن گو ہیں، جنھیں شعر کے لئے مناسب الفاظ کے انتخاب، درست تراکیب کے برجستہ استعمال اور پاکیزہ خیالات کے شگفتہ اور پرخلوص طرزِ ادائیگی میں ید طولیٰ حاصل ہے۔

اس وقت ان کے نعتیہ مجموعہ کلام ''کوثر'' کا مسودہ میرے پیش نظر ہے، اس مجموعے پر ایک سرسری نظر ڈالنے پر ہی یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ بھی ان تمام خوبیوں کا حامل ہے جو رئیس الشاکری کے کلام کی خصوصیت ہے۔

مجموعے کی ابتدا ایک پرمغز پیش لفظ سے ہوئی ہے جس میں فن لغت گوئی پر اظہار خیال کیا گیا ہے اور اس کی ضروریات کا اجمالی ذکر ہے۔ کتاب میں شامل چند نعتوں کے مطالعے سے ہی اندازہ ہوگیا کہ رئیس الشاکری نے نعت گوئی کی ان ضروری خصوصیات کا جن کا ذکر پیش لفظ میں کیا ہے عملی طور سے خیال رکھا ہے اور عرفی شیرازی کے اس قول ''آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را'' کو اپنی نعتوں کے سلسلے میں ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ بلند پایہ پارۂ ادب سمجھے جانے کے مستحق ہیں۔

خیالات کی پاکیزگی، طرز ادا کی دلآویزی، الفاظ کے انتخاب اور تراکیب کے برجستہ استعمال نے ان کی نعتوں میں جو سنجیدگی، اور دلکشی پیدا کردی ہے اس کے پیش نظر مجھے قوی امید ہے کہ یہ خصوصیات قارئین کو مجبور کردیں گی کہ کتاب کو ایک مرتبہ کھولنے کے بعد آخر تک مطالعہ کے بغیر ہاتھ سے نہ رکھ سکیں۔

۴ / مارچ ۲۰۰۹ء

پروفیسر ولی الحق انصاری

دارالامان، فرنگی محل۔ لکھنؤ